دورِ حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کا رجحان اور اس کا خاتمہ

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

حذافہ رفیق ☆

معنی ومفہوم

درمیان سے دور ہٹ کر کنارے کھڑے ہونے کو "تطرف" کہتے ہیں. اصلاً اس لفظ کا استعمال شروع شروع میں محسوس اور مرئی چیزوں کے لیے ہوتا تھا، مثلاً کنارے بیٹھنا، کنارے چلنا، لیکن پھر بعد میں اس کا استعمال معنوی چیزوں کے لیے بھی ہونے لگا۔ مثلاً دینی انتہا پسندی، فکری اورنظریاتی انتہا پسندی، سلوک اور رویہ میں انتہا پسندی۔ (۱)

"لسان العرب" میں انتہا پسندی کے لیے "تطرف" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل مفاہیم بیان کیے گئے ہیں:

طَرَفَ یَطْرِفُ طَرْفًا : اذا اطبق احد جفنیه علی الآخر، الواحدة من ذٰلك طرفةً۔

والطرف : اطباق الجفن علی الجفن

متطرف : لایثبت علی امر (۲)

انتہا پسندی کے لیے "حد" کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

☆ طالبہ پی۔ایچ۔ڈی، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

الحدّ : الفصل بين الشيئين لئلا يختلط احدهما بالآخر اولئك يتعدیٰ احدهما علی الآخر۔ (۳)

المنجد میں "تطرف" کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

تطرّف: کنارہ پر آنا۔ الشئی. کنارہ پر ہونا، اعتدال سے گزر جانا.

الطرف: ہر شے کی آخری حد۔ جمع۔ اطراف(۴)

ARABIC - ENGLISH DICTIONARY میں "تطرف" کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

طرف: End , Extremity

طرفانی: The one at the end , extreme(۵)

"الفرائد الدریة" میں بھی "تطرف" کا معنی "Extreme" کے معنی میں لیا گیا ہے. (٦)

"القاموس العصری" میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے:

طرف، حد، آخر، نهاية "Extremity"(۷)

لہٰذا مذکورہ بیان کردہ تمام مفاہیم سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انتہا پسندی' اعتدال پسندی سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں' کسی کام میں توازن نہ رکھنا' حد پر پہنچ جانا .... انتہا پسندی کے ضمن میں آ تا ہے۔

دینی اور مذہبی انتہا پسندی میں خطِ امتیاز

مذہبی انتہا پسندی کا جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ "دین "اور "مذہب" کو مختصراً واضح کر دیا جائے۔الدین کے معنی اطاعت اور جزا کے ہیں بطور استعارۃ دین بمعنی شریعت بھی آ تا ہے اور دین ملت کی طرح ہے لیکن شریعت کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لحاظ سے اسے دین کہا جا تا ہے۔لغوی مفہوم انقیاد و اخلاص ہے مگر استعارۃً اس سے مراد ملت

اور شریعت ہے اسلام ایک دین ہے اور اس کی جامعیت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس کو دین کہا گیا ہے اور دین کل زندگی کے دستور العمل کی حیثیت سے ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔عمل بھی اور مکمل ضابطۂ حیات اور دستور العمل بھی اس کا مجموعی نام دین ہے جس میں :

- عقاید
- عبادات
- معاملات (انفرادی، اجتماعی ، منزلی، سیاسی ، اقتصادی، عسکری، عدالتی اور بین الاقوامی) سب شامل ہیں۔ (۸)

جبکہ "مذہب" ذھب سے اسم ظرف مکاں ہے، وہ راستہ یا طریقہ جس پر چلا جائے' لہٰذا مذہب ایک مکمل ضابطہ حیات اور دستور العمل نہیں ہے بلکہ انسانوں کے خود ساختہ متعین کردہ طریقے مذہب کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور اس میں کوئی خدائی دستور یا قانون نہیں ہے۔ لہٰذا دینی انتہا پسندی سے مراد ہے کہ ان تمام اوامر و نواہی بارے غلو میں مبتلا ہونا جو دین اسلام نے شعبہ ہائے زندگی کے متعلق تفویض کیے ہیں۔ جبکہ مذہبی انتہا پسندی سے مراد ان مسالک اور طرق میں اعتدال سے گزر جانا ہے جو مختلف مکاتب فکر کے ہاں رائج ہیں ۔ اور چونکہ مختلف مکاتب فکر کی ترجیحات کے انداز میں فرق ہے، اس لیے ان کے مسلک میں جو مراتب امتیاز ہیں ان کے لحاظ سے حدِ اعتدال سے گزرنا"مذہبی انتہا پسندی" تصور کیا جائے گا۔

دو قابلِ غور امور

(i) کیا دین کے اوامر و نواہی کی پابندی کرنا انتہا پسندی ہے؟

بہت سے لوگ جو اپنے اسلامی ناموں اور مغربی ذہن کے ساتھ مسلم ملکوں میں رہتے ہیں، وہ اوامر اور نواہی کی پابندی ہی کو دینی انتہا پسندی شمار کرتے ہیں. اسی طرح جن لوگوں نے غیر اسلامی افکار و رسوم کے مقابلہ میں سپر ڈال دی ہے ان کی نگاہ میں ہر وہ شخص

جو کھانے پینے میں ، رہن سہن میں، لباس و زینت میں اسلامی آداب کی پابندی کرتا ہے، دینی انتہا پسندی اور تعصب کے روگ میں مبتلا ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو نوجوان لڑکوں کو داڑھی رکھنے اور نوجوان لڑکیوں کو پردہ کی پابندی کرنے کو دینی شدت پسندی شمار کرتے ہیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو اسلام کی سرزمین میں شریعت کے نفاذ اور اسلامی حکومت کے قیام کی دعوت کو دین میں انتہا پسندی شمار کرتے ہیں. ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک دینی غیرت انتہا پسندی ہے جن کے نزدیک بھلائیوں کو فروغ دینے کی کوشش ، جبکہ وہ مٹ رہی ہوں اور برائیوں سے روکنے کا کام جبکہ ان کا ارتکاب ہو رہا ہو، دین میں انتہا پسندی اور دوسروں کی شخصی آزادی میں مداخلت شمار ہوتی ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک غیر مسلموں کو کافر شمار کرنا بھی انتہا پسندی اور تعصب ہے، حالانکہ ایمان کی یہ بنیاد ہے کہ مومن اس بات پر یقین رکھے کہ وہ حق پر ہے اور اس کے مخالفین باطل پر ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جس میں کسی رواداری کی گنجائش نہیں۔(۹)

(ii) کیا شرعی احکام میں محتاط رویہ انتہا پسندی ہے؟

یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم کسی انسان پر انتہا پسندی کا الزام صرف اس لیے لگائیں کہ اس نے اپنے لیے کوئی سخت فقہی رائے اپنا لی ہے، جبکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہی رائے زیادہ صحیح اور درست ہے۔ اور اس کے لیے شرعاً اس کی پابندی ضروری ہے، اگرچہ دوسروں کی نگاہ میں وہ کمزور ہے اس لیے کہ جس رائے پر وہ عمل رکھتا ہے اور جس پر اسے یقین و اعتماد ہے اس کے بارے میں اسے پوچھا جائیگا۔ ایسی حالت میں اگر وہ خود پر سختی برتتا ہے بلکہ خیال کرتا ہے کہ اس کا یہی رویہ زیادہ افضل ہے اور پرہیز گاری کی روح سے زیادہ ہم آہنگ ہے، اسی کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ فرض اور واجب کے دائرے میں نہیں ہے لیکن وہ اپنے اندر ہمت پاتا ہے اور فرائض کی حدود پر جا کر رک جانا نہیں چاہتا بلکہ آگے

بڑھ کر وہ نوافل کے ذریعے بھی قرب الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر انتہا پسندی کا الزام لگانا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

کچھ لوگوں کے نزدیک آسانی اور نرمی کا رویہ پسندیدہ ہوتا ہے تو کچھ لوگوں کا رجحان سختی اور شدت پسندی کی طرف مائل ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شریعت اسلامیہ کی رو سے داڑھی منڈواتا ہے اور کوئی داڑھی کو واجب قرار دیتا ہے تو کیا اس پر انتہا پسندی کا الزام لگایا جاسکتا ہے اسی طرح جو عورتیں محتاط رویہ سے دستانہ اور نقاب استعمال کرتی ہیں اور اس کو دین کا جزو مانتی ہیں تو ان پر انتہا پسندی کا الزام لگا کر ان کا سر پھاڑا جائیگا اور کیا ہم انہیں مجبور کر سکتے ہیں کہ انتہا پسندی کی تہمت سے بچنے کے لیے جنت کو بیچ دیں اور جہنم خرید لیں۔ اسی طرح گانا، موسیقی، فوٹوگرافی، تصویر کشی سے اجتناب کرنے والوں کو انتہا پسند کہا جائے گا حقیقت میں ان کی بنیادیں ہمارے فقہ کے اندر موجود ہیں۔

ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اسے اپنی رائے سے دستبردار ہونے کے لیے مجبور کریں یا اس سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ ایسا رویہ اپنائے جو اس کے اعتقاد کے خلاف ہے۔ ہم زیادہ سے زیادہ جو کچھ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم جس چیز کو صحیح کہتے ہیں اس کی طرف اسے حکمت سے دعوت دیں اس سے اچھی طرح گفتگو کریں، دلیل سے قائل کریں اس طرح ممکن ہے کہ ہماری رائے زیادہ درست رائے قرار پائے۔(۱۰)

اہل مغرب کا اسلام کے خلاف انتہا پسندو معاندانہ رویہ

سید ابوالحسن علی ندوی مغرب کی اس ذہنیت کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

" مغرب کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی، تشدد، خون ریزی اور قتل و غارت کے ساتھ وابستہ کرنا بظاہر کوئی نیا مشغلہ نہیں ہے۔ صلیبی جنگوں کا تذکرہ ہو یا جہاد کے حوالے سے اصلاحی تحریکات کو توسیع پسندانہ خون ریزی قرار دینا ہو، مغرب صدیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو غیر امن پسند اور فساد ہی قرار دیتا رہا ہے۔ اس نوعیت کا تجزیہ کرتے

وقت عام طور سے مغربی محقق، صہیونی ظلم وستم ، بوسنیا ہرزے گووینا میں انسانیت سوز حرکات، چیچنیا میں مسلمانوں پر بد ترین مظالم اور خود شکل اختلافات کی بناء پر شمالی آئرش ریاست میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کی شرم ناک خوں ریزیوں کو تجاہلِ عارفہ سے نظر انداز کر جاتے ہیں اور اگر کہیں بوئے خوں محسوس کرتے ہیں، تو وہ انہیں مسلمانوں کے بارے میں وضع کردہ فسانوں ہی میں ملتی ہیں"۔

کیا جہاد دہشت گردی کی تعریف میں آتا ہے؟ کیا مسلم حریت پسند تحریکات ، بغاوت کی تحریک میں آتی ہیں؟ کیا انسانی حقوق ،جان،عزت و ناموس کا تحفظ کرنا جارحیت ہے؟ اور کیا آنکھیں بند کر کے ان بے سہارا مستضعفین فی الارض مظلوموں پر پل پڑنا ہی معروضیت ہے؟ ہمارے خیال میں اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے مبالغے اور تواتر سے بعض الزامات کو اتنا دہرایا گیا ہے کہ بہت سے مسلمان خود بھی اس تکرار کذب کی سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔(۱۱)

مغربی ذہنیت کی عکاسی قرآن میں

مغرب کی اس معاندانہ روش کا اظہار قرآن میں بہت واضح انداز میں کیا گیا ہے:

"ولن ترضیٰ عنك اليهود ولاالنصریٰ حتی تتبع ملتهم قل اِن هدی الله هو الهدی ولئن اتبعت اهواهم من بعد ماجاء ك من العلم" (١٢)

مفاتیح الغیب میں امام رازی اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"إنهم يريدون مع ذلك ان يتبع ملتهم ولا ير مون منه بالكتاب بل يريدون منه الموافقة لهم فيما هم عليه فبين ذلك شدة عداوتهم للرسول و شرح مايوجب الياس من موفقتهم والملة هی الدين"۔ (١٣)

"تبیان القرآن" میں مرقوم ہے:

"یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کی ملت یعنی

ان کے تحریف شدہ دین کی پیروی نہ کر لیں اور ظاہر ہے یہ محال ہے۔ آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ آیت میں بظاہر تو صراحتًا رسول اللہ سے خطاب ہے اور تعریض عام مسلمانوں سے ہے یعنی جبکہ رسول اللہ کا ان کی اتباع کرنا محال ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو وعید سنائی ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے:

"لئن اشرکت لیحبطنّ عملك (اگر بہ فرض محال) آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے"۔(۱۴)

تفسیر کشاف میں ہے:

"کأنهم قالوا: لن نرضىٰ عنك وان ابلغت فی طلب رضا نا حتی تتبع ملتنا، إقناطاً منهم لرسول اللهﷺ عن دخولهم فی الإسلام، فحکی عزوجل کلامهم۔ (۱۵)

"الدرالمنثور" کے مفسر یوں رقم طراز ہیں:

"أخرج الثعلبي عن ابن عباس "أن یهودالمدینة و نصارىٰ نجران کانوا یرجون أن یصلی النبی إلی قبلتهم فلما صرف الله القبلة إلی الکعبة فشق ذلك علیهم وأیسوا منه أن یوافقهم علی دینهم فانزل الله (ولن ترضىٰ) (١٦)

ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہود کی ذہنیت کی یوں عکاسی کرتے ہیں:

"ودّ کثیر من اهل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً حسداً من عند أنفسهم من بعد ما تبین لهم الحق فاعفوا واصفحوا حتی یاتي اللّٰه بامرہٖ إن الله علی کل شئی قدیر"۔(١٧)

اس آیت کریمہ کے بارے میں تفسیر المنار میں محمد رشید فرماتے ہیں:

"ولکنهم شق علیهم أن یتبعوهم فتمنوا أن یحرموا هذه النعمة

ويرجعوا كفاراً كما كانوا، وذلك شان الحاسد يتمنى أن يسلب محسوده النعمة ولولم تكن ضارة به، فكيف إذا كان يعلم أن تلك النعمة إذا تمت و ثبتت يكون من أثرها سيادة المحسود عليه تحت سلطانه"(١٨)

''فی ظلال القرآن'' میں سید قطب شہید فرماتے ہیں:

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان نہ صرف اپنے قبلے کو تبدیل کر لیں بلکہ اسلام سے بھی منحرف ہو جائیں اور یہ کہ اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک خود نبی کریم صلعم ان کی ملت کی اتباع قبول نہ کر لیں اور جب تک ایسا نہیں اس وقت تک ان کی پیکار ان کی سازشیں اور ان کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں گی۔ یہ ہے جنگ کا اصل محور، جس پر انہوں نے دلیلوں اور حجتوں کے پردے ڈالے ہوئے ہیں۔''(۱۹)

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مغربی ہتھکنڈے یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان ان کی تہذیب وثقافت اور ان کے رسم و رواج کو اختیار کریں اور پھر ان کی خواہش نفسانیہ کی پیروی کریں اس سے ان کے عقائد پر ضد پڑتی ہے لیکن قرآن نے واضح طور پر فرمایا:

"يأيهاالذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصرىٰ أولياء بعضهم أولياء بعض"(٢٠)

اس بات کی تائید مولانا ابوالحسن علی ندوی نے کی ہے:

"اسلام اور مغربی تمدن جو زندگی کے دو متضاد نظریوں پر قائم ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکتے، جب واقعہ یہ ہے تو ہم کیسے اس بات کی توقع کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل کی مغربی بنیادوں پر ایسی تعلیم و تربیت مخالف اسلام اثرات سے پاک ہو سکتی ہے"۔(۲۱)

قرآن وسنت میں انتہا پسندی کی حوصلہ شکنی

اسلام کی راہ اعتدال کی راہ ہے۔ ہر چیز میں اعتدال کی راہ تصور اور عقائد میں ، عبادت اور زہد میں ، اخلاق اور رویہ میں، معاملات اور قانون سازی میں ، اسی راہ کا نام اللہ نے "صراط مستقیم" رکھا ہے یہ راہ ان دینی اور فکری گروہوں کی راہ سے الگ ہے جن پر اللہ کا غضب ہوا یا جو راہ پانے کے بعد کھو بیٹھے اور جن کی راہوں پر غلو اور افراط وتفریط کی چھاپ پڑی ہوئی ہے ۔ اسلام کی عمومی خصوصیات میں میانہ روی اور اعتدال پسندی ایک اہم ترین خصوصیت ہے نیز راہ اسلام کی بنیادی نشانیوں میں یہ وہ اہم نشان راہ ہے جسے اللہ نے دوسری ملتوں کے مقابلے میں امت مسلمہ کا وصف قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"وكذلك جعلنكم أمّة وسطاً لتكونوا شهدآء على الناس"(٢٢)

"اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو امت وسط بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو"۔

مفتی محمد شفیع آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس میں امت محمدیہ کو "امت وسط" یعنی معتدل امت فرما کر یہ بتلا دیا کہ انسان کا جوہر شرافت وفضیلت ان میں بدرجہ کمال موجود ہے اس کا فرض اور قومی شان یہ ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کرے اور بدی کے کاموں سے روکے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلعم کے ارشاد مبارک "الدين النصيحة" کا یہی مطلب ہے کہ برے کاموں میں کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بد اخلاقی اور نامعقول باتوں سے روکنا ہوگا۔ سب سے پہلے اعتقادی اور نظری اعتدال کو لیجئے تو پچھلی امتوں میں ایک طرف تو یہ نظر آئیگا کہ رسولوں کو اللہ کا بیٹا بنا لیا اور ان کی عبادت اور پرستش کرنے لگے ۔

"وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصٰرى المسيح ابن الله" اور دوسری طرف جب رسول ان کو جہاد کی دعوت دیتا ہے تو کہتے ہیں "فاذهب أنت وربك فقاتلا إنا

ھا ھنا قاعدون"۔ اس کے برعکس امت محمدیہ میں یہ اعتدال ہے کہ وہ رسول اور خدا کو اس کا مقام دیتے ہیں ۔ اسی طرح عمل اور عبادات میں غلو اور فتوے اور ترک رہبانیت۔ امت محمدیہ نے اس کے برخلاف ان غلو آمیز کاموں سے اجتناب کیا اسی طرح معاشرتی اور تمدنی اعتدال مثلاً بیٹیوں کو زندہ درگور کر دینا، جانوروں کے ذبیحہ کو حرام قرار دینا ۔ وغیرہ امت محمدیہ نے اور شریعت نے ان بے اعتدالیوں کا خاتمہ کیا۔

"لتکونوا شھداء علی الناس" یعنی امت محمدیہ کو وسط اور عدل و ثقہ اس لیے بنایا گیا کہ یہ شہادت دینے کے قابل ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص عادل نہیں وہ قابل شہادت نہیں"۔ (۲۳)

جس طرح قرآن مجید کے اندر انتہا پسندی کا رویہ اختیار کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے بعینہ حدیث نبوی ﷺ میں بھی انتہاپسندی سے خبردار کیا گیا ہے اور اس کے لیے غلو،اور تشدد کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔امام احمد نے اپنی مسند میں ،امام نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إیاکم والغلو فی الدین فإنما ھلك من قبلکم بالغلو فی الدین۔"(٢٤)

"تم دین میں غلو کرنے سے بچو تم سے پہلے کے لوگ دین میں غلو ہی کے باعث ہلاک ہوئے"۔

اس حدیث مبارکہ میں "قبلکم" کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد سابقہ ادیان کے ماننے والے اہل کتاب ہیں اور ان میں خاص طور سے نصاریٰ مراد ہیں۔قرآن کا یہ خطاب انہیں لوگوں سے ہے:

"قل یا أھل الکتاب لا تغلوا في دینکم غیر الحق ولا تتبعوا أھواء قوم

قد ضلوا من قبل وأضلوا کثیراً وضلوا عن سواء السبیل"۔(۲۵)

ان آیات میں ہم کو نصاریٰ کی طرح غلو کرنے سے منع کیا گیا ہے اور خوش بخت تو وہی ہے جو دوسرے کے انجام سے نصیحت اور عبرت پکڑے۔ اس آیت میں نصاریٰ کو خطاب ہے اور ان کی بد اعتقادی اور خدا اور حضرت عیسیٰ کے متعلق ان کے باطل خیالات کی تردید کی گئی ہے۔ اس کتاب میں اہل کتاب کو غلو فی الدین سے منع فرمایا گیا ہے۔ غلو کے لفظی معنی حد سے نکل جانے کے ہیں "الغلو فی الدین فھو مجاوزة الحد" یہاں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ دونوں کو اس چیز کا مخاطب اس لیے بنایا گیا کہ غلو فی الدین ان دونوں میں مشترک ہے"۔(۲۶)

رھبانیت کی مذمت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"لا تشددوا علی أنفسكم فيشدد الله عليكم فإن قومًا شددوا على أنفسهم فشدد الله عليهم فتلك بقاياهم في الصوامع والديارات"۔(۲۷)

رسول اللہ فرماتے تھے کہ اپنی جانوں پر سختی مت کرو نہیں تو تم پر سختی ہو گی کیونکہ بعض لوگوں نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی اور ان کی نشانیاں ہیں گر جاؤں اور گھروں میں (وہ سختی کیا تھی درویشی، دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دینا) انہوں نے اس کو خود نکال لیا تھا اللہ نے ان پر فرض نہیں کی تھی"۔

غلو کا انجام دنیا اور دین دونوں کی ہلاکت ہے پھر اس ہلاکت اور تباہی سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے؟(۲۸)

انتہا پسندی کا تاریخی پس منظر

انتہا پسندی کے لیے بدعت اور غلو کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں. اس انتہا پسندی کا آغاز دور نبوی ﷺ کے آغاز کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے لیکن اس کی ترویج اس لیے نہ

ہو سکی کہ نہ صرف قرآن کے تیس پارے بلکہ اس قرآن کی عملی تفسیر حضورﷺ موجود تھے۔ صحابہ کرام اپنے ہر عمل میں حضورؐ کی پیروی کرتے تھے اور ان سے رہنمائی لیتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے: "لوگوں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ آپؐ گھر کی تنہائیوں میں کیا کرتے ہیں پھر ازواج مطہرات کا جواب سن کر ان لوگوں نے اپنے عمل کو قلیل سمجھا۔ پھر ان لوگوں میں سے کسی نے کہا میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کسی نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ کسی نے کہا میں کبھی بستر پر نہیں سوؤں گا۔ پھر جب آنحضرتﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کچھ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں حالانکہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور شادیاں بھی کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت کو پسند نہیں کرتا وہ مجھ میں سے نہیں ہے"(۲۹)

انتہا پسندی کا رد دورِ صحابہؓ میں

صحابہ کرامؓ اپنی زندگیوں میں بدعات کے خلاف بر سر پیکار رہے۔ رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال نبویﷺ کے بعد پہلا اختلاف یہ پیدا ہوا کہ آپؐ کے بعد خلیفہ کون ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ثقیفہ بنی ساعدہ پہنچ کر سارا معاملہ سنبھال لیا۔ اس کے بعد جمع قرآن کا مسئلہ تھا جس کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے پاس رسول اللہﷺ کا کوئی فرمان اور سنت موجود نہ تھی اور یہاں انتہا پسندی کے اُڈ آنے کا خدشہ تھا لیکن اس معاملے کو بھی سلجھا دیا گیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا دور گزر گیا اور اس میں لوگ اس طرح چلتے رہے جس طرح زمانہ نبوی میں چلے تھے۔ اسی طرح دور فاروقی بھی گزر گیا اور کوئی مسلمان ایسا ظاہر نہیں ہوا جو شریعت خداوندی اور سنت نبیﷺ کی مخالفت کر کے انتہا پسندی کی طرف مائل ہو۔

جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو ان کے آخری دور میں اختلاف رونما ہوا اور جو ہونا تھا وہ ہو گزرا، حتی کہ عبداللہ ابن سبا کے پروپیگنڈہ کیوجہ سے حضرت عثمان بحالت مظلومی شہید

کر دیئے گئے۔ البدایہ و النھایہ میں مرقوم ہے:

"سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمان کا قتل اور آخری فتنہ دجال ہے"۔ (۳۰)

ابن حجر لکھتے ہیں: قتل عثمان کے پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں ہونے والی جنگ جمل وصفین کے زمانے سے باقاعدہ خوارج و روافض رونما ہوئے اور اس وقت سے بدعات ہونے لگیں۔(۳۱)

دور بنو اُمیہ و بنو عباس...... مذہبی انتہا پسندی کا عروج

بنو اُمیہ کے آخری زمانے میں معبد جہنی نے عقیدہ قدر ظاہر کیا پھر اس کا شاگرد جہم بن صفوان ظہور پذیر ہوا جس نے بدعت معبد پر اسمائے الٰہیہ اور صفات الٰہیہ کے انکار کے عقیدہ کا اضافہ کیا۔ پھر خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں معتزلہ رونما ہوئے جو فلسفہ سے متاثر تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بعض قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ ان کے فلسفیانہ نظریات سے میل نہیں کھاتیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے بھی اس معاملہ میں معتزلہ کی مدد کی اور عقیدہ خلق قرآن کو ماننے پر علماء کو مجبور کیا جن میں سب سے مقدم امام احمد بن حنبل تھے۔ اور اس سے پہلے وہ ساری باتیں ہوئیں جو تاریخ میں مدون ہیں۔ اس کے بعد جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا بدعت بڑھتی گئی۔ حافظ ابن کثیر عبداللہ المامون بن ہارون الرشید کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس میں تشیع بھی تھا، اعتزال بھی اور سنت صحیحہ سے جہالت بھی"۔(۳۲)

لہٰذا خلافت عباسیہ کے دور زوال میں خلفائے عباسیہ اور حنابلہ میں اختلافات بہت سنگین صورت اختیار کر گئے۔ شہر کے کوتوال نے اعلان کر دیا کہ بغداد میں کسی ایک جگہ پر بھی دو حنبلی جمع نہ ہوں۔ ساتھ ہی خلیفہ راضی باللہ نے حنابلہ کے لیے ایک تخذیر آمیز تحریر لکھی "اگر تم لوگ اپنے قبیح مذہب اور طریق کج سے باز نہ آئے تو میں تم لوگوں کے ساتھ مار پیٹ ،قتل و قتال اور تفریق وتشتیت ہر قسم کا برا معاملہ کروں گا تلواریں تمہاری گردنوں پر ہونگی اور آگ تمہارے گھروں اور مکانوں میں"۔(۳۳)

فقہی اختلاف کی صورت اس قدر سنگین ہو گئی کہ حرم بیت اللہ میں آئمہ اربعہ کے

نام سے چار مصلے قائم کر دیئے گئے یہ واقعہ تقریباً ۸۰۴ھ کا ہے۔ اس وقت بھی علمائے حق نے اس کی مخالفت کی۔ یہ تفریق یہاں تک بڑھی کہ ایک دوسرے کی اقتداء متروک ہو گئی حنفی جماعت ہو رہی ہو تو شوافع اور حنابلہ بے پرواہ ہو کر بیٹھے رہتے گویا یہ اذان اور نماز ان کے لیے قائم نہیں ہوئی احناف بھی ایسا ہی کرتے حرم کعبہ میں اختیار کی جانے والی اس بدعت کا ساری دنیائے اسلام پر اثر ہوا اور لوگ ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے۔(۳۴)

سقوطِ بغداد کا سب سے بڑا سبب مسلمانوں کی فرقہ بندی ہی تھا۔ سقوط بغداد کے قریب مختلف فقہی مسالک اور مذہبی فرقوں میں چپقلش اور شدید ہو گئی۔ ہلاکو خان نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایک طرف علم و ہنر کا مرکز تباہ ہو رہا تھا اور دوسری طرف مسلمان امراء اور مسلم فرقے باہم دست و گریبان تھے۔(۳۵)

علامہ ابنِ خلدون اپنی کتاب "تاریخ ابن خلدون" میں اس وقت کے فقہی اختلافات کے نتائج بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دولت عباسیہ کے کمزور ہو جانے سے بغداد فتنہ و فساد کا مرکز بن گیا تھا۔ کبھی اہل سنت و جماعت اور شیعہ بوجہ اختلاف مذہب و عقائد جھگڑتے کبھی حنبلیوں اور شافعیوں میں اختلاف برپا ہو جاتا اور نوبت قتال تک پہنچ جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ فتنہ تمام شہر میں پھیل گیا"۔(۳۶)

ایسا بھی ہونے لگا کہ ایک شخص کا کوئی عمل ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں کسی کے ہاں حلال ہے اور کسی کے ہاں حرام۔ یہ چیز عوام کے یہاں باعث انتشار بنی۔(۳۷)

عہد بنو عباس میں اہل حدیث اور اہل الرائے مکتبہ فکر میں بھی متعدد اختلافات پائے جاتے تھے۔ اس سلسلے میں دونوں مکاتب فکر غلو کا شکار ہوئے۔ اہل الرائے میں سے کچھ لوگوں نے اس قدر غلو کیا کہ سرے سے حدیثوں کو ہی قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے علاوہ محدثین نے بھی رائے کے بارے یہی غلو سے کام لیا اور یوں وہ مذہبی انتہا پسندی کا شکار ہوئے۔(۳۸)

فقہی اختلافات کے اثرات

فقہی اختلافات نے جب شدت اختیار کی تو نتیجہ فقہی جھگڑا و اختلاف کی صورت میں ظاہر ہوا جس نے امت مسلمہ پر منفی اثرات مرتب کیے۔ نفرت یا عداوت اور محبت دونوں میں انسان غلو میں بڑھ جاتا ہے اس غلو نے دین کو تباہ کر کے رکھ دیا اور دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔(۳۹)

مظہر الدین صدیقی اپنی کتاب " علمائے کرام کا مستقبل" میں فقہی اختلافات کے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس دور میں زوال کی انتہائی صورت نمودار ہوئی، علماء نہ صرف اپنے فرائض سے غافل ہو گئے بلکہ دنیا کی طمع نے انہیں ارباب اقتدار اور بادشاہوں کے اغراض کا آلہ کار اور عوام الناس کی عجائب پسند، ظواہر پرستی اور ان کی قدامت فکر و خیال کا معاون و مددگار بنایا، وہ عوام کی خوش اعتقادیوں اور ان کی مشرکانہ رسوم پرستی کے حامی ہو گئے۔ عام مسلمانوں کی اخلاقی پستی نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا کہ علماء کی نفس پرستی نے۔"(۴۰)

فقہی اختلاف کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ صلحاء کو حیات اور بعد از موت مقدس سمجھا جانے لگا۔ ان کی قبروں کی زیارت کی جاتی اور ان کے گرد خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جاتا۔(۴۱)

دولت عباسیہ کے آخری دور میں اجتہاد کا جوش و خروش کم ہو گیا حتی کہ تیرھویں صدی میں ہلاکو خان کے ہاتھوں سقوط بغداد کے بعد علمائے اہل سنت نے مذہب میں بے جا قطع و برید کے خوف سے با اتفاق رائے اجتہاد کا دروازہ بند کرنے اور صرف چار مذاہب کی اقتداء کرنے کا فیصلہ کر لیا اس کے بعد عربی ثقافت آہستہ آہستہ زوال پزیر ہونے لگی اور اس کے تمام گوشوں پر جمود طاری ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقلید کا رجحان عام ہو گیا فقہی اجتہاد ختم ہو گیا اور اوھام و بے بنیاد معتقدات کا زور ہو گیا۔(۴۲)

مورخین نے عثمانی ترکوں کے زوال کے اسباب بیان کرتے ہوئے ایک اہم سبب تقلید بیان کیا ہے۔ ترکوں اور بالخصوص ان کے علماء میں تقلید اور قدامت پرستی زیادہ تھی اور حریت اور وسعت نظر کم تر۔ اس وجہ سے اکثر انہوں نے جدید اصلاحات کی مخالفت کی اور جدید علوم وفنون کو روکتے رہے۔(۴۳)

مذہبی انتہا پسندی کی مروّجہ صورتیں

عصر حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کی جو موجودہ صورت ہے اسے دیکھ کر ایک مسلمان ہی نہیں ایک غیر مسلم بھی یہ سوچتا ہے کہ کیا مسلمانوں میں فرقہ واریت اور آپس کے جھگڑوں کا اصل سبب فقہی اختلافات کا پایا جانا ہے؟ کیا مسلمانوں کو ان کے مذہب نے ایسا خون آشام بنا دیا ہے کہ باہمی نفرت تصادم اور خون خرابے کے سوا ان کا کوئی مشغلہ نہیں؟ جب ایک عام تجزیہ نگار مسلمانوں کی صورتحال کا مقابلہ غیر مسلموں کے ساتھ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ کیا سبب ہے کہ عیسائیت میں ۲۵۰ سے زیادہ علیحدہ علیحدہ چرچ اور مسلکی وفقہی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے خلاف ایسی نفرت نہیں پائی جاتی۔ جیسی مسلمان مسلکوں میں پائی جاتی ہے۔اس تاثر کو شدید بنانے میں عالمی ابلاغ عامہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب بین الاقوامی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے حوالے سے تشدد اور قوت کے استعمال کا ذکر اپنی سرخیوں میں نہ کرتے ہوں۔

عالمی سطح پر امت مسلمہ کے اختلافات باہمی دشمنی اور آپس کے خون خرابے اور تشدد وقوت کے استعمال کی کہانیاں جب بار بار نظروں سے گزرتی ہیں تو غیر ہی نہیں اپنوں کو بھی یقین سا آجاتا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کے بارے میں جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ سچ ہی ہوگا۔ یہ بات بھی بہت شدومد کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ دینی مدارس سے فارغ علماء اور آئمہ، اسلام سے زیادہ اپنے مسلک کو اہمیت دیتے ہیں اور ان کی یہ انتہا پسندی مذہبی منافرت اور تشدد کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ اب تو دینی درسگاہوں کو تشدد اور لاقانونیت

کی تربیت گاہیں بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔(۴۴)

مذہبی انتہا پسندی میں علمائے امت کا کردار

مقلدین و غیر مقلدین کے اختلافات و انتہا پسندی

مقلدین یا حنفی حضرات امام ابو حنیفہ کے مقلدین اور غیر مقلدین جنہیں وہابی یا اہلحدیث کہا جاتا ہے یہ چاروں فقہی مسالک میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ ان دونوں مکاتب فکر میں بہت سے مسائل میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ مسائل اگرچہ فروعی نوعیت کے ہیں۔ جن مسائل میں مقلدین و غیر مقلدین میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں:

مسئلہ غیب : غیر مقلدین اہلحدیث کے نزدیک علم غیب کسی مخلوق کو حاصل نہیں جبکہ مقلدین میں سے بریلوی حضرات کے نزدیک انبیاء اور اولیاء کو علم غیب حاصل ہے۔ اسی طرح استمداد بالغیر، اہلحدیث کے نزدیک کوئی بھی خدا کے سوا دافع بلا نہیں اور نہ نافع جبکہ مقلدین میں سے بریلوی حضرات کے نزدیک انبیاء اور اولیاء کو نافع و دافع بننے کی قوت حاصل ہے۔ اسی طرح عرس مولود اہل حدیث قبروں پر عرس کرنے کو بدعت کہتے ہیں اور مولود وغیرہ کی مجلسوں میں بھی شریک نہیں ہوتے جبکہ بریلوی حضرات کے نزدیک عرس مولود وغیرہ جائز ہے اسی طرح نذر لغیر اللہ اہل حدیث کے نزدیک جو چیز غیر اللہ کے لیے نذر کی جائے وہ حرام ہے جبکہ مقلدین کے نزدیک ایسی چیز حلال ہے۔ تقلید شخصی ایک ہی امام کی تقلید واجب ہے یا نہیں یہ بھی مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان باعث نزاع رہا ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک کسی امام معین کی تقلید درست نہیں جبکہ مقلدین تقلید کے قائل ہیں۔

قرأت فاتحہ خلف امام اہل حدیث کے نزدک امام اور مقتدی دونوں پر قرات فاتحہ فرض ہے جبکہ مقلدین کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف امام درست نہیں۔ رفع الیدین ایک اور باعث نزاع مسئلہ ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا ضروری ہے جبکہ مقلدین کے نزدیک درست نہیں۔ اسی طرح سینہ پر ہاتھ باندھنا

اہل حدیث سینہ پر جبکہ مقلدین زیر ناف ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

یہ اختلافات محض کچھ فروعی مسائل کے بارے میں ہیں ورنہ اصول دین پر تو دونوں فرقے متفق ہیں لیکن اس کے باوجود انتہا پسندی کا یہ حال ہے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ مذہب کے نام پر ایک دوسرے کو کیسی گندی گالیاں دی جاتی ہیں۔ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:"اگر حنفی وہابی جھگڑوں اور لڑائیوں کے استغاثے آپ محافظ خانہ فوجداری میں ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ آمین بالجہر اور ولا الضالین کے پڑھنے پر کتنا خون بہا ہے"۔(۴۵)

دونوں فرقے ایک دوسرے کے خلاف زہر افشانی میں مصروف ہیں جس سے اختلافات کی خلیج مزید وسیع ہوتی جارہی ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف زہر آلود لٹریچر شائع کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر ہوتے ہیں۔ انہی اختلافات کی ایک مثال "فتاوی رضویہ" ج 6 ص 87 کی یہ عبارت ہے:"وہابی اصلاً مسلمان نہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ان سے مصافحہ ناجائز وگناہ ہے۔ جس نے کسی وہابی کی نماز جنازہ پڑھی تو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرے"۔(۴۶)

مقلد و غیر مقلد اپنے اختلافات میں اس قدر دور نکل گئے ہیں کہ مسلمان ہونے کے باوجود مساجد علیحدہ کر لی گئی ہیں۔ ایک دوسرے کی اقتدار میں نماز پڑھنا متروک ہو گیا ہے یہاں تک کہ اب بھی کچھ مساجد ایسی ہی جن کے دروازوں پر لکھا ہے کہ اس مسجد میں وہابیوں کا داخلہ ممنوع ہے۔

مسلمانوں کی اسی مذہبی انتہاپسندی کی آڑ میں دشمنان اسلام مسلمانوں کے خلاف خوفناک سازشوں میں مصروف ہیں۔ وہ ان اختلافات کا فائدہ اٹھا کر اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کر رہے ہیں اور مسلمان سوئے ہوئے ہیں۔

دیوبندی و بریلوی اختلافات

اہل سنت و الجماعت میں سنی حنفی مسلک کی دو بڑی جماعتیں بریلوی اور دیوبندی ہیں۔ ان دونوں فرقوں میں جزئی اور فروعی مسائل میں اختلافات ہمیشہ سے موجود رہے ہیں اور بعض اوقات انہی مسائل پر ان میں شدید نزاع و جدال برپا رہا ہے۔امور میں اختلاف ہے۔ مسئلہ علم غیب ، مسئلہ نوروبشر، مسئلہ مختار کل، مسئلہ حاضر و ناظر، مسئلہ ندائے یا رسول اللہ، توسل و استمداد، مسئلہ میلاد، فاتحہ ، گیارھویں ، تیجہ دسواں چالیسواں ، مسئلہ سماع موتی وغیرہ وغیرہ۔ دیوبندی اور بریلوی اختلافات آنے والے دور پر بری طرح اثر انداز ہوئے۔ اس کا سبب صرف ایک تھا جس کا ذکر خود قرآن نے کیا ہے:

"وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً"۔ (۴۷)

"رسول نے کہا میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز قرار دے دیا ہے"

ہم نے ان معمولی مسائل میں اپنی قیمتی توانیاں صرف کر دی ہیں اور اصول دین کا اصل میدان ہم نے دشمن کی یلغار کے لیے چھوڑ دیا ہے۔محمد بن علوی ایسی صورتحال بیان کرتے ہیں:''ہم مسلمانوں میں کتنے ہی ایسے جاہل موجود ہیں جو دین کے بارے میں انتشار و افتراق پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ آئمہ متقدمین میں عیب نکالتے ہیں۔فتنوں کی آگ بڑھکاتے ہیں اور علماء کی قدر کم کرتے ہیں۔ ہر شے میں شر کے متلاشی ، شیطان کے مطیع ،مادیت کے پرستار اور مغرب و حکومت کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ عوام کی تشویش میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''(۴۸)

اگر غور کیا جائے تو دیو بندی بریلوی اختلافات کا تعلق نہ ایمانیات سے ہے اور نہ ہی اعتقادات سے لہٰذا حرف آخر کے طور پر ہی کہا جاسکتا ہے کہ جب تک ان اختلافات کو جزئی اور فروعی نہ سمجھا گیا اس وقت تک آئندہ کی تلخیاں کسی طور پر کم نہیں ہوسکتیں۔

شیعہ سنی اختلافات

شیعہ سنی اختلافات بھی بہت انتہاپسندی کی صورت اختیار کر چکے ہیں مثلاً نظریہ حیات، تحریف قرآن، صحابہ کرام سے بغض و عداوت وغیرہ۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں۔

شیعہ سنی اختلافات کے نتیجے میں صحابہ کرام کے متعلق توہین آمیز لٹریچر شائع ہو رہا ہے۔ ہمارے ہاں شیعہ سنی اختلافات ہی کی بنا پر محرم کے آغاز میں مذہبی فضا میں تناؤ اور کھچاؤ آجا تا ہے۔ شیعہ سنی فرقوں کے درمیان دھمکی آمیز بیانات کی یلغار ہو جاتی ہے۔ اہل تشیع اپنی عبادت گاہوں سے باہر نکل کر اہل سنت کی اکثریتی آبادی میں ماتمی جلوس نکالتے ہیں اور ایسی حرکات کرتے ہیں جو فسادات کا باعث بنتی ہیں۔ مثلاً بعض مقامات پر اہل تشیع کسی عمارت کے جھنڈے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں کسی بورڈ کے، جس پر صحابہ کرام کے نام لکھے ہوتے ہیں اتارے جانے کی ضد کرتے ہیں جس سے بعض اوقات اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ (۴۹)

شیعہ سنی اختلافات نے بھی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا یہاں تک کہ سقوط بغداد کی وجہ بھی خلیفہ بغداد کے شیعہ وزیر ابن علقمی کی غداری تھی اور اس غداری کی وجہ بغداد میں ہونے والا شیعہ سنی فساد تھا جس میں شیعوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے خلیفہ بغداد نے بہت سے شیعوں کو قتل کرادیا، ابن علقمی اس واقعہ سے اس قدر مشتعل ہوا کہ ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دے ڈالی۔ عصر حاضر میں پاکستان میں جن فرقوں کے اختلافات نے مسلم معاشرے کو شدید نقصان سے دو چار کیا ہے اور انتہا پسندی کا شکار ہوئے ہیں یہی فرقے ہیں جو اوپر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے اختلافات اگرچہ جزوی اور فروعی ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں شدید کشمکش پائی جاتی ہے۔ ان اختلافات کے نتیجہ میں کئی جانیں ضائع ہو چکی ہیں تمام مکاتب فکر غلو اور انتہا پسندی کا شکار ہیں ۔ ہماری یہ حالت دیکھ کر ملت اسلامیہ کو تباہ و

برباد کرنے کے خواہشمند دشمنان اسلام کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں اور وہ ملت اسلامیہ میں مزید افتراق و انتشار پیدا کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔

عبادات میں انتہا پسندی کی صورتیں

(i) تلاوت قرآن

بہت زیادہ تلاوت کرنا اور اس میں بہت تیزی کا مظاہرہ کرنا بھی انتہا پسندی کی شکل ہے اس سے نہ حروف کی درست ادائیگی ہوتی ہے اور نہ ہی ترتیل و تثبیت کا درست خیال رکھا جاتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے

"عن أبی مسلمة عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ اقراء القرآن في كل شهر قال قلت إنی أجد قوة قال فاقرأه في سبع ولا تزد علی ذٰلك"۔(۵۰)

"ابو مسلمہ نے عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن ختم کرو ہر ماہ میں ایک بار۔ میں نے کہا کہ مجھ میں قوت (زیادہ ہے) اور آپؐ نے فرمایا ختم کرو سات دن میں اور اس سے زیادہ قرأت نہ کرو"۔

اس کی ایک اور شکل رات میں مسجد کے منارہ پر چڑھ کر باآواز بلند یا سپیکر میں ایک یا دو پارہ کے قریب پڑھنا۔ ایسے لوگ ریاکاری کے روبرو ہوتے ہیں اور دین میں غلو پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ شبینہ گویا تلاوت قرآن کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ایک قاری آتا ہے اور کچھ دیر تک تلاوت کرتا ہے اس کے بعد دوسرا آتا ہے اور پھر تیسرا۔ لوگ تماشائیوں کی طرح بیٹھے ہر قاری کی قرأت پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں کہ کس کی آواز اچھی ہے اور کس کا ترنم زور دار ہے۔ اس طرح تلاوت کی غلو آمیز کثرت بھی انتہا پسندی ہی ہے۔

(ii) نماز میں انتہا پسندی

نماز میں غلو کی صورت اور انتہا پسندی یہ ہے کہ امام لمبی لمبی قرأت کرے حالانکہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح لمبے لمبے خطبے ارشاد فرمائے جاتے ہیں جو کہ غلو کے زمرے میں آتے ہیں۔ حدیث نبویﷺ ہے

"عن عبدالله بن جابر قال: كنت أصلي مع النبی ﷺ فكانت صلاته قصدًا وخطبة قصدًا"۔(۵۱)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلعم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا تو آپؐ کی نماز میانہ روی کی مثال ہوتی تھی اور آپؐ کا خطبہ اعتدال کا نمونہ ہوتا تھا "۔یہی طریقہ نماز با جماعت میں اختیار کرنا چاہیئے کہ نہ بہت لمبی ہو اور نہ اتنی جلدی ادا کی جائے کہ خیال گزرے کہ سبحان اللہ بھی تین مرتبہ پڑھی یا نہیں، یہ عبادت میں تفریط ہے افراط یہ ہے کہ امام صاحب سجدے میں ایسے گئے گویا سو گئے ۔ آپﷺ نے اس طرز عمل کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے اور اسے فتنہ قرار دیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل کی روایت کہ کسان نماز چھوڑ کر چلا گیا آپﷺ نے حضرت معاذؓ سے مخاطب ہو کر غصے میں فرمایا کہ:

" أفتان انت یا معاذ!" اے معاذ تم لوگوں کو فتنوں میں ڈالتے ہو۔(۵۲)

(iii) مسلسل روزہ رکھنا

اسلام میں مسلسل روزہ رکھنا اک انتہا پسند عمل ہے جس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص نہایت عابد و زاہد صحابی تھے۔ انہوں نے یہ عہد کرلیا کہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے، ان سے آپﷺ نے فرمایا:

"جو ہمیشہ روزے سے رہتا ہے گویا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا اور نہ افطار کیا"۔(۵۳)

حدیث نبویﷺ ہے:

"إنه ليس من البر أن تصوموا في السفر و عليكم برخصة الله التي رخص لكم فاقبلوها"۔(۵۴)

"سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں اور تمہارے یے ضروری ہے کہ اللہ کی دی ہوئی رخصت سے فائدہ اٹھا لو"۔

(iv) ذکر الٰہی

اللہ تعالیٰ کو بذریعہ تسبیح وتہلیل یاد کرنا، اس سلسلہ میں بہت سے غالیانہ اور بدعیہ اذکار دریافت کے لیے گئے ہیں ۔نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر پڑھنا غلو ہے۔(۵۵)

(v) اجتماعی دعا کا تصور

دعا عبادات میں سے اہم عبادت ہے، اس میں بھی اجتماعیت ، جہر، تقلید و تخصیص شرح کی تعلیمات پر موقوف ہے۔مروجہ اجتماعی دعا جو فرض نماز کے سلام کے بعد سنن و نوافل کے بعد اور اطعام و ضیافت کے بعد، وعظ و نصیحت ،تعلیم و گشت ، نماز جنازہ ، دفن ، میت اور ختم قرآن کے بعد،تعزیہ کے موقع پر، حاجی لوگوں کے حج جانے کے موقع اور آنے کے موقع اور مجاہدین کو رخصت کرنے کے موقع اور تبلیغی جماعت کے الوداع کے موقع اور شادیوں اور غموں اور ولیمہ کے دعوت کھانے کے موقع پر اور مریضوں کی عیادت کے موقع پر، نکاح بندی اور صلح بین الخصوم کے موقع پر، خیرات و صدقات مساکین کو دیتے ہوئے جو سب مل کر ہاتھ اٹھا کر کرتے ہیں یہ طریقہ اس کیفیت و اجتماعیت خصوصا علی الدوام نہ نبی اکرمﷺ سے اور نہ صحابہ کرامؓ سے اور نہ تبع و تابعین سے ثابت ہے نہ انہوں نے کسی کو اس کی ترغیب دی حالانکہ یہ سارے مواقع ان کی زندگی میں بار بار پیش آتے تھے،کسی بھی موقع پر وہ دُعا کے لیے اکٹھے نہ ہوتے تھے۔(۵۶)

معاملات میں انتہا پسندی کی صورت

(i) تبذیر و اسراف

معاملات میں غلو اور انتہا پسندی کی ایک شکل اسراف اور تبذیر ہے۔ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ اس کی تعلیمات اعتدال پر مبنی ہیں اور ان میں افراط وتفریط کی طرف جھکاؤ نہیں پایا جاتا۔ موجودہ دور میں اسراف و تبذیر اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ مسلمان جنہیں قرآن مجید نے سختی کے ساتھ اس برے عمل سے منع فرمایا ہے وہ اللہ کے حکم اور اسراف و تبذیر کے برے نتائج سے آنکھیں بند کر کے اندھا دھند تعیّشات، نمود و نمائش، فخر و ریا میں مال لٹا رہے ہیں، مذہبی تقریبات، نکاح شادی، ختنہ، عقیقہ میں بے حد اسراف کیا جاتا ہے، ان مذہبی طریقوں کے علاوہ ایسی غیر شرعی رسومات بھی خود گھڑ لی گئی ہیں جنہوں نے اسراف کے سینکڑوں دروازے کھول دیئے ہیں جن میں تھوڑا خرچ کیا جائے یا زیادہ، غیر شرعی طریقہ ہونے کی وجہ سے وہ تبذیر و اسراف میں ہی شمار ہوتا ہے۔ (۵۷)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ولا تجعل يدك مغلولة إلى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوماً محسوراً "۔ (۵۸)

مزید فرمایا:

"والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواماً"۔ (۵۹)

(ii) رہبانیت

اخلاق دراصل انسانوں کے باہمی تعلقات میں خوش نیتی اور اچھائی برتنے کا نام ہے یا یوں کہیے کہ ایک دوسرے پر جو انسانی فرائض عائد ہیں ان کو ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ اخلاق کی اسی حقیقت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اخلاق کے وجود کے لیے باہم انسانوں میں تعلقات اور وابستگی کا وجود ضروری ہے جو رہبانیت، تجرد اور جوگی پن میں نہیں پائی جاتی۔

گوشہ نشینی نے مذہب میں اکثر نیکی اور دینداری کی بہترین شکل کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اسلام نے اپنے اصول اخلاق میں راہبانہ، جوگیا نہ،اور مجردانہ زندگی کی ہمت افزائی نہیں کی بلکہ پورا قرآن انسانی جدوجہد اور انسانی مجمع کے ساتھ عمل صالح کی تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔ تجرد کا ایک اشارہ بھی قرآن میں موجود نہیں، یہ معاملات میں غلو کی شکل ہے اور اسلام میں ممنوع ہے۔(۶۰)

پس انتہا پسندی اور غلو خواہ وہ عقاید میں ہو، عبادات میں یا معاملات و اخلاق میں، ناپسندیدہ ہے اور اسلام کے مزاج اعتدال کے سراسر منافی ہے لہذا اس سے بچنا از حد ضروری ہے۔

(iii) معاملہء تکفیر

انتہاپسندی کا ایک انتہائی رخ یہ ہے کہ جب انسان دوسروں کو خطا کار مان کر ان کی جان و مال کو مباح قرار دیتا ہے، اس کی نگاہ میں دوسروں کے لیے نہ کوئی حرمت ہوتی ہے نہ کوئی لحاظ، اس کیفیت کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب تکفیر کا سیلاب برپا کیا جاتا ہے۔ عام لوگوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ تو اسلام سے نکل گئے یا اسلام میں سچے دل سے داخل ہی نہیں ہوئے۔ ہمارے ہاں آئے دن ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا رہتا ہے۔ ایک دوسرے پر تبرٰی کرتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے۔ جائزہ لیا جائے تو اس طرز عمل کے پیچھے تین بنیادی عناصر کارفرما نظر آتے ہیں.

اول: خود اپنے بنیادی عقیدے اور دوسرے فرقے کے عقیدے کے بارے میں معلومات کی کمی اور غیر مصدقہ معلومات پر بھروسہ کرنا۔

دوم: ہر فارغ التحصیل بلکہ طالب علم کا اپنے آپ کو مقام افتاء و قضا پر بٹھا دینا۔ نتیجتاً وہ ایسے بہت سے معاملات میں جن میں فیصلے کا حق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو حاصل ہے بلا کسی تردد کے اپنا فتویٰ جاری کر دیتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ آخر حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک جلیل القدر صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بات کیوں فرمائی تھی کہ کیا تم نے فلاں شخص کو قتل کرنے

سے قبل اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس میں ایمان تھا یا نہیں؟

سوم: معلوم یہ ہوتا ہے کہ شاید اپنے بین الانسانی تعلقات کو بھی اپنی سیاسی وابستگیوں کے تابع کر دیا گیا ہے اور جب کسی مسلک کے ماننے والوں کا کسی لادینی جماعت کے ساتھ اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ اپنے مسلکی اختلافات کو سیاسی وابستگی کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اگر اس سے آگے بڑھ کر کہا جائے کہ ہمارے ہاں مسلکی تشدد عموماً سیاسی عناصر کے مفادات کی روشنی میں ہوتا ہے تو غلط نہ ہو گا۔(٦١) آپ ﷺ نے واضح فرمایا: "جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارا تو یہ تہمت دونوں میں سے کسی ایک کی طرف لوٹ آئیگی جسے کافر کہا گیا ہے"۔(٦٢)

مذہبی انتہا پسندی کے اسباب

اس عالم آب و گل میں کوئی چیز بغیر سبب کے نہیں ہوئی، اس کے پیچھے کچھ اسباب ومحرکات ہیں، کوئی سبب، بغیر سبب کے پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ کا یہی قانون اس کائنات مین جاری و ساری ہے۔ ایسی حالت میں سبب کا جاننا بہت اہمیت رکھتا ہے، اب ہم ان اسباب ومحرکات کا جائزہ لیتے ہیں جنہوں نے دین میں انتہا پسندی اور غلو کو اس منزل پر پہنچایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس انتہا پسندی کا کوئی ایک سبب نہیں ہے بلکہ لاتعدد انواع و اسباب ہیں۔ ان میں سے کچھ اسباب دینی ہیں کچھ سیاسی، کچھ سماجی و اقتصادی ہیں، کچھ نفسیاتی اور کچھ صفات و اسباب ایسے ہیں جنہیں ان سب کا مرکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

(i) دینی بصیرت کا نہ ہونا

دینی بے بصیرتی، حکمت دین اور مقاصد کے سلسلے میں بے بضاعتی اور روح دین سے دوری، غلو اور انتہا پسندی کے بنیادی اسباب ہیں۔ لیکن اس سے مراد دین سے مکمل بے خبری نہیں ہے۔ مکمل بے خبری اور جہل مطلق سے انتہا پسندی کا جذبہ ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس

سے اخلاقی گراوٹ اور شریعت سے آزادی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

یہی لوگ اصل میں دین میں شدت اور انتہا پسندی پیدا کرنے والے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:

"لا یقبض اللہ العلم انتزاعاً ینتزعه من الناس ولکن یقبض العلماء حتی إذا لم یبق العلم اتخذ الناس رؤساً جهالًا فسئلوا فأفتوا بغیر علم"۔(٦٣)

"لوگوں پر دشواریاں علماء کی طرف سے نہیں آئیں گی بلکہ ان لوگوں کی طرف سے آئیں گی جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ یہی لوگ عوام کے لیے مصیبت بنیں گے"۔

''جب ناقص اور ادھورے علم کے ساتھ خود پسندی اور فریب نفس بھی شامل ہو جائے وہ اس جہل مطلق سے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے جس میں جہل کا اعتراف بھی پایا جاتا ہے''۔(٦٤)

(ii) قرآن فہمی میں کمی

قرآن فہمی میں کمی ایسا اہم اور بنیادی سبب ہے جو فہم دین کے سلسلے میں انتہا پسندی اور انحراف کا باعث ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی اتباع میں لگے رہتے ہیں جبکہ یہ شیوہ راسخین فی العلم کا نہیں ہوتا بلکہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن کے دلوں میں ٹیڑھ پائی جاتی ہے۔

"فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله"۔(٦٥)

غالی اور بدعتی حضرات قدیم زمانے سے متشابہات کے پیچھے بھاگتے ہیں ۔ اسی سے اپنی جھولی بھرتے ہیں اور اسی کو اپنا اثاثہ بناتے ہیں ۔ محکمات سے اعراض کرتے ہیں جبکہ محکمات ہی قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ آج کے دور کے غالیوں کا بھی یہی اسلوب ہے کہ وہ بھی اہم ترین مسائل کے سلسلے میں متشابہات ہی کو بنیاد بنا کر سخت ترین نتائج کا

استخراج کرتے ہیں ۔ اسی بنیاد پر افراد اور جماعتوں کے صحیح اور غلط ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور اسی سے تعلقات کی نوعیت متعین کرتے ہیں۔ اور اسی کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کون مسلمان ہے اور اس سے تعلق قائم کیا جا سکتا ہے کہ نہیں۔اور کون خدا کا منکر ہے اور اس سے جنگ کی جائے۔ یہی وہ غلطی ہے جس میں آج کے دور کے تکفیر کے داعی پڑے ہوئے ہیں اور ماضی میں اسی غلطی کا ارتکاب خوارج نے کیا۔

(iii) عوام کی جہالت کے باعث مذہبی انتہا پسندی

انتہا پسندی کا ایک بہت بڑا سبب عوام کی جہالت و ناخواندگی ہے۔ ہماری عوام کی اکثریت ان پڑھ اور جاہل ہے۔ اور دین کا صحیح شعور نہیں رکھتی ہے ۔ اس کے باعث عوام الناس بہت سے ایسے امور انجام دیتے ہیں جنہیں وہ عین دین سمجھ کر کرتے ہیں مگر وہ دین کی عین ضد ہیں۔

(iv) فرقہ پرستی اور مذہبی انتہا پسندی

"فرقہ بندی جس چیز کا نام ہے وہ یہ ہے کہ فروع کے اختلافات کو اہمیت دے کر اصولی اختلاف بنا دیا جائے اور اس میں اتنا غلو کیا جائے کہ اس پر ایک گروہ بنے اور ہر صورت وہ اپنے مسلک کو بمنزلہ دین قرار دے کر دوسرے گروہوں کی تکفیر و تذلیل کرنے لگے۔ اپنی نمازیں اور مسجد الگ کر لے حتی کہ اصل دین کے کام میں بھی دوسرے گروہوں کے ساتھ اس کا تعاون ناممکن ہو جائے۔"(٦٦)

(v) فروعی احکام کے مراتب بیان کرنے میں افراط

اسلامی شریعت میں عقائد اور بنیادی تعلیمات اصل کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اور کچھ آداب زندگی، اعمال و معاملات فرع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آج لوگ ان فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے سے الجھے ہوئے ہیں۔ اپنا سارا وقت ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو تسلیم کروانے میں لگا دیتے ہیں اور بنیادی فرائض سے پہلو تہی برتتے ہیں ۔ ان فروعی مسائل میں

اس حد تک انتہا پسندی کا رویہ اختیار کرتے ہیں کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

اسی طرح کچھ لوگوں نے نوافل کا فرائض اور واجبات سے زیادہ احترام کیا ہے۔ مثلاً بہت سے متاخرین صوفیہ کے ہاں اذکار اور تسابیح کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے لیکن یہ اہتمام بہت سے اجتماعی فرائض مثلاً انکار منکر اور اجتماعی و سیاسی ظلم کے مقابلہ کے سلسلہ میں نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح انفرادی عبادات مثلاً نماز اور ذکر کا اہتمام ان اجتماعی عبادات سے زیادہ کیا گیا جن کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے۔ مثلاً جہاد، فقہ، نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرنا وغیرہ، لوگوں نے فروعی اعمال کا زیادہ اہتمام کیا اور اسلام کی بنیادی باتوں ،عقیدہ ، ایمان ،توحید اور اخلاص سے غفلت اور بے توجہی برتی۔

(vi) اندھی تقلید کے باعث انتہا پسندرویہ

"بعض معتقدات و رسومات آباء و اجداد سے متوارث چلی آرہی ہیں ۔ انسان انہیں اس قدر مقدس اور متبرک خیال کرتا ہے کہ انہیں دل کی انتہائی گہرائیوں میں جگہ دے دیتا ہے۔ حالانکہ ان کے خلاف اللہ کے کھلے کھلے احکامات موجود ہوتے ہیں ۔ انسان انہیں تنقید کی حد سے بالاتر خیال کرتا ہوا کبھی اتنا سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ ذرا احکام خداوندی کی روشنی میں انہیں پرکھ کر دیکھ تو لے" (٦٧)

سورۃ الاعراف میں ہے کہ:

"وإذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها أباء نا والله أمرنا بهاط قل إن الله يا مر بالفحشاء أتقولون على الله مالا تعلمون"(٦٨)

"اور جب کوئی برا کام کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی طرح کرتے پایا اور اللہ نے بھی ہم کو یہ حکم کیا ہے۔ تو کہہ دے کہ اللہ برے کام کا حکم نہیں کرتا۔ اللہ کے ذمہ وہ باتیں کیوں لگاتے ہو جو تمھیں معلوم نہیں"۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أرباباً من دون الله"(٦٩)

(vii) شخصی رجحان کی بناء پر مذہبی انتہا پسندی

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ دین کے معاملہ میں لوگوں کے رجحان میں فرق پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک آسانی اور نرمی کا رویہ پسندیدہ ہوتا ہے تو کچھ لوگوں کا رجحان سختی اور شدت پسندی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کا علم کتابوں کے ذاتی مطالعہ تک محدود ہوتا ہے۔ جہاں غوروفکر، بحث و مباحثہ، اخذورد اور تحلیل و تجزیہ کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ ان لوگوں نے خود ہی ایک چیز پڑھی اور سمجھی اور اسی سے استنباط کرنے لگے۔ پس کچھ دین دار حضرات اپنے دینی جوش اور شدت احساس کے باعث بعض دوسرے مسلمانوں کو بے دین قرار دینے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں اور ان کے تئیں سختی اور دشمنی کا رویہ اپناتے ہیں۔

(viii) علمائے سوء کے باعث انتہا پسندی

بعض پیشہ ور علماء حاکموں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے خلاف فیصلے کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

"وإن كثيراً ليضلون باهوآئهم بغير علم ان ربك هو أعلم بالمعتدين"۔(۷۰)

''بکثرت لوگوں کا یہ حال ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بناء پر گمراہ کن باتیں کہتے ہیں ان حد سے گزرنے والوں کو تمھارا رب خوب جانتا ہے''۔

لہٰذا عوام الناس کو مخالف شریعت غالی و متعصب علماء سے خبردار رہنا چاہیے۔

مذہبی انتہا پسندی کا ممکنہ حل۔۔۔ تجاویز

"يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله إلا الحق"(۷۱)

اس غلو اور انتہا پسندی کی قرآن نے وجہ بیان کی ہے:

"وما اختلف فيه إلا الذين اوتوه من بعد ماجاء تهم البيّنات بغياً بينهم"(۷۲)

''اور ان لوگوں نے اختلاف نہیں کیا مگر وہ لوگ جن کو کھلی کھلی ہدایت آ چکی تھی اس کے باوجود حق اور ہدایت کو چھوڑ کر اس لیے اختلاف کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا اور زیادہ کرنا چاہتے تھے''.

مذہبی انتہا پسندی کے مسلکی اثرات سے امت مسلمہ کو بچانے کے لیے ہم ذیل میں چند تجاویز پیش کرتے ہیں ان تجاویز پر اگر خلوص دل سے عمل کیا جائے تو بہت حد تک اس زہر کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

(i) رواداری

رواداری انتہا پسندی کے خاتمہ کے لیے نہایت موثر ثابت ہو سکتی ہے۔ اسلام تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری کا درس دیتا ہے۔

"ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدواً بغير علم"۔(۷۳)

"عن عبدالله بن عمرو قال، قال رسول الله ﷺ: إن من أكبر الكبائر أن تلعن الرجل والديه قيل: يا رسول الله وكيف يلعن الرجل والديه قال: يسبّ الرجل أباالرجل فيسب أباه ويسب أمه فيسب أمه"۔(۷۴)

''حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ آنحضورؐ نے فرمایا بڑے سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے ماں باپ کو کون گالی دے گا؟ آپؐ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے شخص کے باپ کو گالی دے وہ اس کے باپ کو گالی دے، دوسرے کی ماں کو گالی دے وہ اس کی ماں کو گالی دے''۔

اسوۂ حسنہ ﷺ سے رواداری کی مثالیں

۱۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حجر اسود کو اپنی جگہ نسب کرنیکا معاملہ ہے۔ ہر قبیلہ اپنا حق

مقدم سمجھتا ہے۔ نزاعی صورتحال ہے، جس کے نتائج سخت خوفناک محسوس ہوتے ہیں۔ توجہ فرمائیے کہ داعی امن و اخوت کا کیا عمل ہے۔ کسی انتہا پسندی سے کام نہیں لیا، بات محبت و اخوت کی تھی، دلوں کو جوڑنے کی تھی۔ جنگ و جدال کی بجائے امن و آتشی کی تھی، آپ نے چادر زمین پر بچھائی اور اس میں حجر اسود رکھا اور تمام قبائل کو چادر پکڑنے کو فرمایا اور خود پتھر نصب کر دیا۔(۷۵)

۲۔ سفر طائف میں آپ کی دعوت پر لبیک کہنے کی بجائے وہ لوگ آپ کی ایذا رسانی کا سبب بنے تو آپ نے امن و عافیت کی دعا کی۔

۳۔ سفر ہجرت کے دوران سراقہ بن مالک جشعم نے تعاقب کیا تو اس کو بھی پروانہ امن لکھ دیا۔

۴۔ میثاق مدینہ میں نہایت مصلحت پسندی سے تمام اقوام کے حقوق کی پاسداری کا خیال رکھا۔

۵۔ اہل نجران کے عیسائیوں سے جو شرائط طے کی تھیں ان میں ان کے جان، مال، عبادت گاہوں کو تحفظ دیا۔ (۷۶)

۶۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے امن قائم کرنے کی خاطر اپنے نام کے ساتھ رسول اللہؐ نہ لکھنے کی بھی اجازت دے دی۔

۷۔ فتح مکہ کے موقع پر "لا تثریب علیکم الیوم" فرما کر داعی امن و اخوت کی عملی مثال قائم کر دی۔

۸۔ حجتہ الوداع کے موقع پر ان تمام رسموں کو ختم کرنیکا اعلان کر دیا جو امن و اخوت کو درہم برہم کرنے اور معاشرے کی تباہی کا سبب تھیں۔(۷۷)

ہمارا المیہ ہے کہ آج ہم نے ان بے نظیر نمونوں کو پس پشت ڈال دیا ہے اور افراط وتفریط کا شکار ہو گئے ہیں۔

(ii) تمسک بالسنہ/ اتباع نبوی ﷺ

ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ جن بنیادوں پر قرآن نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہمیں اپنا تعلق استوار کرنے کی ہدایت کی ہے ہم وہ بنیادیں اپنائیں۔ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں، بلکہ اس ایمان کی اصل روح آپؐ کی ذات پر سچا اور پکارا اعتماد ہے اور خدا کی معرفت کا جو طریقہ آپؐ نے بتایا اور سکھایا ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ ہم کبھی کبھی یہود سے ایسی باتیں سنتے ہیں بڑی اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے بعض باتیں نوٹ کرلیا کریں" آپؐ نے فرمایا "جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے دین کے بارے میں حیرانیوں میں پڑ گئے اسی طرح تم بھی پڑنا چاہتے ہو۔ میں نے تمہارے سامنے اللہ کا دین مکمل روشن اور شفاف صورت میں رکھا ہے اگر آج موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری پیروی کے سوا چارہ کار نہ تھا"۔(۷۸)

دوسری شرط آپ ﷺ کی کامل اطاعت ہے۔ زندگی کے معاملات میں جو احکام و ہدایت آپؐ نے دیں اس کی بے چون و چرا تکمیل کی جائے

قرآن میں آتا ہے کہ:

"یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالکم"۔ (۷۹)

یہ اطاعت محض ظاہری یا رسمی قسم کی مطلوب نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ آدمی پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کی کتاب اور پیغمبر کی سنت کے تابع کردے۔ آپس میں جتنے قضیئے اور مسئلے پیدا ہوں، ان سب کے لیے کتاب وسنت کی طرف ہی رجوع کیا جائے اور پھر کتاب و سنت کے فیصلوں کو پورے اطمینان کے ساتھ قبول کیا جائے اور ان کے خلاف دل کے اندر کسی قسم کی بدگمانی اور شک نہ رہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم"(۸۰)

(iii) قرآن و سنت کا درست مطالعہ اور علوم قرآن سے واقفیت:

''ایک مسلمان کے لیے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ وہ قرآن کو ایک اعلیٰ اور برتر کلام مان کر ہر کسی کو اسی حیثیت سے سمجھنے کی کوشش کرے، جو قرآن کے ماننے والے ہیں ان میں بہت سے لوگ اس کو محض حلال و حرام کے بتلانے کا فقہی ضابطہ سمجھتے ہیں اور اس کے بعد ان کی نگاہوں میں اگر اس کی کوئی اہمیت باقی رہ جاتی ہے تو وہ صرف تبرک کے نقطہ نگاہ سے۔ ارباب تصوف اس کو محض علم ظاہر کا صحیفہ سمجھتے ہیں ۔علم باطن کے اسرار و حقائق ان کے نزدیک کشف و مشاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں ۔ بہت سے لوگ اس کو محض اچھی نصیحتوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس کو نزع کی سختیوں کے دور کرنے اور ایصالِ ثواب کی کتاب سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس کو دفع آفات و بلیات کا تعویز سمجھتے ہیں ۔جس طرح عیسائی دل کی جانب والے جیب میں انجیل رکھے پھرتے ہیں اسی طرح اس خیال کے مسلمان جب گھر سے نکلتے ہیں تو جیب میں قرآن رکھ کے نکلتے ہیں۔ اس طرح کی غلط فہمیوں میں پڑے ہوئے مسلمان ناممکن ہے کہ قرآن حکیم سے وہ فائدہ اٹھا سکیں جس کے لیے وہ فی الحقیقت نازل ہوا''۔(۸۱)

''اہم چیز یہ ہے کہ انسان کے اندر قرآن مجید کے تقاضوں کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کو بدلنے کا مضبوط ارادہ ہو قرآن کے گہرے مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کے تقاضے اور مطالبے اس کی اپنی خواہشوں اور چاہتوں سے بالکل مختلف ہیں ۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے نظریات بھی قرآن سے بیشتر الگ ہیں ۔اس کے معاملات و تعلقات بھی قرآن کے مقرر کردہ حدود سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے باطن کو بھی قرآن سے دور پاتا ہے اور اپنے ظاہر کو بھی اس سے بالکل منحرف محسوس کرتا ہے''۔(۸۲)

ہر مومن کو یہ عہد کرنا چاہیے کہ خواہ کچھ ہو میں اپنے آپ کو قرآن کے تقاضوں کے مطابق بنا کے رہوں گا۔

(iv) قرآن سے غلط طرز استدلال سے اجتناب

اسی طرح قرآن کی آیات کی غلط تاویلات سے اجتناب برتنا چاہیے اور چاہیے کہ آیات کو ان کے اصل مقام سے ہٹانے اور ان میں کجی پیدا کرنے سے باز رہے۔ بسا اوقات لوگ اپنے طبعی رجحان کی وجہ سے کسی نظریہ، مسلک یا مکتب فکر کو پسند کرتے ہیں۔ پھر اس کی تائید میں نصوص تراشتے ہیں۔ آدمی پہلے تو ایک رائے قائم کر لیتا ہے پھر اس کے حق میں دلیلیں تلاش کرتا ہے حالانکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے دلائل کو دیکھے پھر اس کے بعد کوئی رائے قائم کرے۔ دینی نصوص کے ٹکڑے کر دینا، ایک کو دوسرے سے کاٹ دینا اور ایک موضوع سے متعلق تمام چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر نہ دیکھنا غلط طریقہ ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ کسی بھی مسئلہ سے متعلق جتنے بھی نصوص آئے ہوں، ان سب کو پیش نظر رکھا جائے ایک دوسرے کو ساتھ ملا کر دیکھا جائے اور اس پورے مجموعہ نصوص کو سامنے رکھ کر ہی منشاء و مراد کو سمجھنا چاہیے۔اسی طرح متشابہات کی پیروی سے اعراض برتنا چاہیے۔

(v) حدود کا لحاظ

اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام کی حدود کو واضح کر دیا ہے۔ اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرائے، لیکن ہمارے ہاں یہ بیماری بکثرت پیدا ہو چکی ہے کہ جن امور کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں ٹھہرایا ان کو حرام قرار دیا جا رہا ہے اور جن امور کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار نہیں دیا ان کو فرض کا درجہ دیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے انتہا پسندی کے رجحانات غالب ہیں۔بعض اہم کو غیر اہم قرار دیا جاتا ہے اور بعض کی ادائیگی پر کافر قرار دیا جاتا ہے ۔ اس انتہا پسندی کی روش سے نجات تو ممکن ہے اگر تمام مسالک مقلدین ، غیر مقلدین، دیوبندی، بریلوی ، شیعہ ، سنی تمام فریق اعتدال و توازن سے کام لیں ۔حرام کو حلال اور مومن کو کافر قرار نہ دیں۔

(vi) کفرو شرک کے فتوؤں سے گریز

ارشادِ نبویؐ ہے: "کل مولود یولد علی الفطرة"۔(۸۳)

اس حدیث کے مطابق کسی آدمی کو کافر ومشرک قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ اس کے کافر ہونے پر واضح دلیل نہ ہو۔

حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو کسی کو کافر کہتا ہے اگر وہ واقعی کافر ہے تو ٹھیک ورنہ کہنے والے کا قول اس کی اپنی طرف لوٹ جاتا ہے"۔(۸۴)

لہٰذا مسلمان خواہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، اگر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی نہیں کرتا، قرآن مجید کو حق مانتا ہے، آخرت پر یقین رکھتا ہے تو وہ ہمارا بھائی ہے۔ اور اگر وہ شرک کرے، رسولﷺ یا صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرے تو وہ ہمارا دشمن ہے بشرطیکہ اس کے کفریہ و شرکیہ کلمات ہم نے اپنے کانوں سے سنے ہوں یا اس کے متعلق کوئی واضح شہادت ہو۔ محض وہم و گمان کی بناء پر کسی کو کافر قرار دینا انتہا پسندی کی آگ کو مزید ہوا دیتا ہے۔

(vii) تفرقہ و انتشار پھیلانے والوں سے قطع تعلق

دین میں فتنہ و انتشار برپا کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبﷺ کو بتایا:

"إن الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعاً لست منهم في شئی إنما أمرهم إلی الله ثم ینبئهم بما کانوا یفعلون"۔ (۸۵)

جس طرح اللہ نے اپنے محبوبﷺ سے فرمایا کہ فتنہ پھیلانے والوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں، ایسے ہی ہمیں بھی ایسے فرقہ پرست لوگوں کو مساجد کی امامت اور مدارس کی نظامت سے الگ کر دینا چاہیئے۔ اگر ہم ان اسلام کے دشمنوں کی سریلی آوازوں اور لچھے دار تقریروں سے لطف اندوز ہونے کے لیے ان کو ہزاروں روپے نذرانے دیکر اپنے جلسوں میں

بلوائیں اور یہ امت میں فتنہ اور انتہا پسندی کے جذبات کو فروغ دیں تو یہ ہماری حماقت ہوگی۔

(viii) علماء کے باہمی روابط

انتہا پسندی کا ایک سبب علماء کے درمیان عدم رابطہ ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء ایک دورے سے بات کرنا تو درکنار ایک دوسرے کا نام سننا بھی گوارانہیں کرتے اور اس وجہ سے عوام میں بھی غلط قسم کے جذبات و رجحانات ابھرتے ہیں۔ اگر مختلف مکاتب فکر کے علماء آپس میں رابطہ رکھیں تو یہ کیفیت ختم ہوسکتی ہے۔ اگر چہ ''رابطہ اسلامی ''ایک ایسی تنظیم پہلے ہی موجود ہے لیکن اس میں وسعت کی ضرورت ہے اگر اس میں تمام مسالک کے علماء کو مساوی نمائندگی دی جائے اور اس کی ذیلی شاخیں تمام اسلامی ممالک میں قائم کی جائیں تو علماء کے آپس مل بیٹھنے کی صورت ہوسکتی ہے۔ یہی ایک وہ واحد طریقہ ہے جس سے باہمی غلط فہمیاں دور ہوسکتی ہیں۔ وقت کی سب سے اہم ضرورت آپس میں ربط و ضبط پیدا کرنا ہے۔

(ix) دشواریوں سے اعراض آسانیوں کی طرف رغبت

ہمیں سختی سے اپنے آپ کو الگ کر لینا چاہیئے اور اعتدال اور میانہ روی کے پہلو کو اپنانا چاہیئے ۔ ایک مسلمان کسی ایک مسئلہ میں یا جملہ مسائل میں اپنے لیے وہ پہلو اپنائے جس میں زیادہ احتیاط اور آسانی پائی جاتی ہے، لیکن اگر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہی زیادہ احتیاط کا راستہ اپنائے اور آسانی کی راہ بالکل چھوڑ دے تو دین احتیاطی مشکلات کا مجموعہ ہو کر رہ جائیگا جس میں صرف شدت اور سختی پائی جائے گی لیکن اللہ بندوں کے لیے وسعت اور آسانی چاہتا ہے۔

کسی عبادت کے لیے ایسی کسی چیز کو شرط قرار نہ دیا جائے جس کی ادائیگی میں دشواری ہو۔ شریعت میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنیکا حکم لازمی اس لیے قرار نہیں دیا گیا۔

"لولا أن أشق علی أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلوة" (٨٦)

- اگر کسی دشواری کا حکم دیا جائے تو پھر اس میں تدریج کا خیال رکھا جائے۔
- طبعی میلان اور تنفر کا خیال رکھا جائے اسلام میں غلام ، نابینا، مجہول النسب کی

امامت کی حرمت کا حکم اسی لیے ہے۔

(x) فقہی مسائل میں اعتدال کی راہ

اس سلسلے میں اہم پہلو یہ ہے کہ ایک تو الفاظ حدیث کا تتبع کیا جائے دوسرا یہ کہ فقہاء کے اصول کو سامنے رکھ کر مسائل کا استنباط کیا جائے۔ شرعاً ان دونوں اصلوں کی اہمیت مسلم ہے ہر دور کے فقہاء محققین کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ ان دونو ں اصلوں کا لحاظ رکھتے تھے۔ یعنی حق کا مرکز افراط وتفریط کے بیچ میں ہے۔ جو اہل حدیث ہیں انہیں چاہئے کہ اپنے اختیار کردہ مسلک کو مجتہدین سلف کی آراء پر پیش کر لیا کریں، اسی طرح جو اہل تخریج ہیں اور مجتہدین کے اصول پر مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں انہیں بھی چاہیئے کہ حتی الوسع اور صریح نصوص کو اپنے اصول اور رائے پر قربان نہ کریں اور نہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ فرمودہ نبوی ﷺ کی صریح مخالفت کا بار انہیں اٹھانا پڑے۔(۸۷)

اگر امت مسلمہ غلو سے اپنے قوائے فکریہ کو آزاد کر لے اور اپنی آنکھوں پر سے تعصب کے پردے ہٹا کر اصل تصویر دیکھنے لگے تو بہت سے لفظی نزاعات ختم ہو جائیں اور مذہبی اختلافات کی شورانگیز فضا کسی قدر امن وسکون کی خوش گواریوں میں بدل جائے۔(۸۸)

(xi) قومی ابلاغ عامہ

قومی ابلاغ عامہ کی ذمہ داری بھی اس سلسلے میں غیر معمولی طور پر اہم ہے۔ حکومتی ابلاغ عامہ ملک کے بڑے اور چھوٹے تمام نمائندہ علماء کو یکے بعد دیگرے ٹی وی پر بلا کر خود ان سے براہ راست اس مسئلے کا حل دریافت کریں اور معروضیت وکشادگی کے ساتھ ان کی آراء کو بغیر کسی ترمیم کے نشر کریں یہ سمجھنا کہ اس طرح کشیدگی بڑھ جائے گی بے بنیاد وہم ہے۔ اخبارت، ریڈیو، لٹریچر، پمفلٹ اور علمی وتحقیقی مجلات میں علماء کو انتہا پسندی کے برے نتائج سے آگاہ کیا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ یہ ملت اور ملک کے لیے زہر قاتل ہے۔

(xii) مسلمانوں سے حسن ظن

ہمیں چاہیے کہ مسلمانوں سے حسنِ ظن کو مقدم رکھیں۔ آنکھوں سے تعصب کی سیاہ عینک اتار کر دیکھیں اور یہ فرض کر لیں کہ اللہ کے بندوں میں بھلائی ہے۔ اور یہ جان لیں کہ انسان پیدائشی مجرم اور گنہگار نہیں ہے۔ یہی اصل اور بنیاد ہے۔ اور اس طرح مسلمانوں کے حالات و واقعات کو بھلائی پر محمول کرنا چاہیے۔ لوگوں کے ساتھ معاملات میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ لوگ زمین پر بسنے والے انسان ہیں۔ پروں والے فرشتے نہیں ہیں اور نہ ان کی تخلیق نور سے ہوئی ہے۔ پھر ایسی حالت میں تعجب نہیں ہے کہ لوگ ٹھوکر کھائیں اور پھر اُٹھ جائیں غلطی کریں اور پھر راہ راست پر آجائیں"۔(۸۹)

(xiii) شہرت پسندی سے اعراض

غلو کا ایک اہم ترین سبب یہ ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے ہر نیک کام کا چرچا ہو، اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ:

"عن أبي هريرة قال، قال رسول الله ﷺ تعوذوا بالله من جب الحزن۔ قالوا: يا رسول الله وما جب الحزن، قال: واد في جهنم يتعوذ منه جهنم كل يوم أربع مئة مرة، قيل: يا رسول الله ومن يدخلها قال: القراء المرائون بأعمالهم"۔(۹۰)

" ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جب الحزن سے پناہ مانگو لوگوں نے نے پوچھا کہ اے رسول اللہ جب الحزن کیا ہے؟ فرمایا وہ جہنم میں ایک وادی ہے، جس سے خود جہنم روزانہ چار سو بار پناہ مانگتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس میں کون داخل ہو گا فرمایا علماء جو دکھاوے کے لیے عمل کرتے ہیں"۔

(xiv) فقہاء و اسلاف کرام کے اسباب اختلاف کا علم

اسلام میں ''اختلاف کے اصول و آداب'' کے مصنف ڈاکٹر طہٰ جابر فیاض لکھتے ہیں:

"موجودہ دور میں اختلاف کو کم کرنے میں یہ چیز کافی معاون ہو سکتی ہے کہ فقہاء و اسلاف کرام کے اسباب اختلاف اور ان کی معقولیت کا صحیح علم و معرفت حاصل ہو جائے، کیونکہ ان کے اختلافات اپنے موضوع کی بنیادوں پر قائم ہوا کرتے تھے، اور وہ حضرات مجتہد تھے۔ جس کا ہر فرد طلب حق کی راہ میں گم شدہ حکمت کا جویا ہوا اور اس کے نزدیک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ گمشدہ حکمت اس کے ذریعے یا اس کے کسی بھائی کے ذریعہ ثابت اور ظاہر ہو رہی ہو۔(۹۱)

حرف آخر

امت مسلمہ آج جس زوال و انحطاط کا شکار ہے، اس پر ہر درد مند مسلمان خون کے آنسو رو رہا ہے۔ زوالِ امت کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب مسلمانوں کا باہمی انتشار اور مذہبی انتہا پسندی ہے۔ اسی انتہا پسندی نے امت مسلمہ کو مذہبی گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے جس سے ان کا اندرونی محاذ بالکل کمزور ہو گیا۔ یکجہتی اور اتحاد کے رشتے کمزور پڑ گئے۔ ایسے میں بیرونی دشمنوں کے لیے کامیابی حاصل کرنا بڑا آسان ہو گیا۔

زندہ قومیں اپنے ماضی اور حال کی غلطیوں سے مستقبل کے لیے راہنمائی حاصل کرتی ہیں اور مزید تباہی کی بجائے ترقی کی سعی کرتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نے اپنے ماضی کی کوتاہیوں سے سبق حاصل نہیں کیا۔ آج بھی امت مسلمہ انتہا پسندی اور فرقہ واریت کی لپیٹ میں ہے۔ مسجدوں اور امام بارگاہوں میں فائرنگ اور دھماکے انتہائی افسوسناک صورتحال کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی آخری جائے پناہ بھی محفوظ نہیں رہی۔ ان انتہا پسندانہ رجحانات کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل کا دین سے ذہنی، فکری، اور عملی رشتہ بتدریج کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ دینی اور روحانی اقدار روبہ زوال ہیں اور تعلیم یافتہ طبقے کا مذہبی قیادت پر سے

اعتماد اُٹھتا جا رہا ہے۔ آج ہم کسی بھی مسلمان محلے میں داخل ہو جائیں اور وہاں کی مساجد اور دینی مراکز کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ یہ ساری جگہیں مسلمانوں کے اختلافات و اقتدار کی جنگ کا شکار ہیں اس طرح ہمارے یہ مراکز رشدو ہدایت کا مرکز بننے کی بجائے اختلاف ونفرت کی آماج گاہ بن گئے ہیں۔ عالمی سامراج اور ان کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ایجنٹ یہی چاہتے ہیں کہ خارجی سطح پر مسلمان ممالک آپس میں لڑتے رہیں اور داخلی سطح پر مسلمان مکاتب فکر آپس میں دست و گریبان رہیں یہ ایک دوسرے کو کافر سمجھ کر باہم قریب نہ ہوں۔ اپنی جدوجہد میں باہمی اتحاد و اعتماد، رواداری اور اشتراک عمل کی کوئی صورت نہ اپنائیں اور اسلام دشمن طاغوتی اور استعماری طاقتیں مسلمانوں کی تقدیر سے کھیلیں تاکہ ایک وقت ایسا آجائے کہ اسلامی قوت مسلمانوں کی اندرونی چپقلش اور بیرونی سامراجی سازش کے باعث ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دم توڑ دے اور اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان دشمنان اسلام کی ان سازشوں کو سمجھیں اور باہم متحد ہو کر ان کی مکروہ سازش کو خاک میں ملا دیں اور باہم انتہاپسندانہ طرزِ عمل کو خیر باد کہہ کر "خير الامور اوسطها" کا عملی نمونہ پیش کریں۔ اور "ولا تجعل يدك مغلولة إلىٰ عنقك ولا تبسطها كل البسط"۔ کا ایسا بے نظیر نمونہ پیش کریں کہ چار دانگ عالم میں اسلام کی حقانیت کا بول بالا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ التجا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی انتہا پسند رویے کو اعتدال و توازن میں بدل دے۔ (آمین)

حواشی

۱۔ یوسف قرضاوی ، ڈاکٹر، اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں' ص 9، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور' مکتبہ العربیہ'۔

۲۔ افریقی ، ابن منظور، لسان العرب، 213/9، بیروت، 1956م/1375ھ

۳۔ ایضاً، 140/3

۴۔ الیسوعی' لوئیس معلوف' المنجد' ص 605' دارالاشاعت کراچی' طبع اول 1960م

۵۔ 1923ء، Arabic English Dictionary by s.s PIRO،P . 276

۶۔ الفرائد الدریہ، عربی انگلیزی، ص403' بیروت' 1964م

۷۔ الیاس انطون الیاس' القاموس العصری' الطبعۃ الثالثۃ عشرۃ' المطبعۃ المصریۃ' القاہرہ 1925'م

۸۔ ادارہ معارف اسلامیہ' 271/2' پنجاب یونیورسٹی لاہور' 1996م

۹۔ اسلامی بیدار' ص 30-31

۱۰۔ ایضاً' ص 33-35

۱۱۔ ابوالحسن علی ندوی' مولانا' مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت میں کشمکش' مقدمہ ص 11' مجلس نشریات اسلام کراچی' 1981م

۱۲۔ البقرہ ۲:۱۲۰

۱۳۔ رازی' فخر الدین ، امام، تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)' 29/4، بیروت، الطبعۃ الاولی 1411ھ/1990م

۱۴۔ سعیدی، غلام رسول، بیان القرآن، ص544، روبی پبلیکیشنرز اینڈ پرنٹرز، الطبعۃ الثالث 1420ھ/1999م

۱۵۔ الزمخشری' محمود بن عمر، تفسیر کشاف، 182/1، دارالکتاب عربی، بیروت۔

۱۶۔ السیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الدار المنثور ،206/1، دارالمکتبہ العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی 1411ھ/1990م

۱۷۔ البقرہ۲:۱۰۹

۱۸۔ رشیدرضا' محمدٔ تفسیر المنارٔ 1/420' بیروتٔ الطبعۃ الثانیہ

۱۹۔ قطب شہید، سید، فی ضلال القرآن، 1/119، اسلامی اکادمی پاکستان، اگست 1989ء

۲۰۔ المائدہ ۵:۵۱

۲۱۔ مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت میں کشمکش' ص244

۲۲۔ البقرہ ۲:۱۶۸

۲۳۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید محرم 1414ھ/ 1993ء

۲۴۔ ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمیٔ الکتب الستہ' ص۲۶۶۰' ج ۳۰۲۸

۲۵۔ المائدہ ۵:۷۷

۲۶۔ کاندھلوی، ادریس ، مولانا ، معارف القرآن، 619/2۔ دارالعلوم کراچی، شعبان 1389ھ

۲۷۔ سنن ابی داوٗد۔ کتاب الادب۔ باب فی الحسد، الکتب الستہ، ص: 1583، ح: 4909

۲۸۔ اسلامی بیداری۔ انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں، ص۱۳۔۱۴

۲۹۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، الکتب الستہ، ص ۴۳۸، ح ۵۰۶۳

۳۰۔ ابن کثیر، عماد الدین ، البدایہ والنہایہ، ۷/ ۳۷۹، نفیس اکیڈمی لاہور، طبع اول جنوری 1989ء۔

۳۱۔ احمد بن حجرٔ شیخ 'بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم، مترجم مولانا رئیس الاحرار ندوی ، ص ۶۶۔۶۷، الدارالسلفیہ بمبئی ۱۹۸۵ء

۳۲۔ البدایہ والنہایہ: 275/10

۳۳۔ فرید واجدیٔ دائرۃ المعارفٔ 123/11

۳۴۔ سلفی، محمد اسماعیل، مولانا، تحریک آزادی فکر' ص۸۰
۳۵۔ عالم اسلام اور عیسائیت، شمارہ جولائی 1992ء ص 5' انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز' اسلام آباد
۳۶۔ ابن خلدون ' عبدالرحمٰن' تاریخ ابن خلدون' مترجم علامہ حکیم احمد حسین الہٰ آبادی، ص 297، نفیس اکیڈمی کراچی، فروری 1471ء
۳۷۔ طٰہٰ جابر فیاض العلوانی، ڈاکٹر، اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب ، مترجم ڈاکٹر ایم اختر، ص 129، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور' 1987ء
۳۸۔ احمد امین مصری، ڈاکٹر، فجر الاسلام، 687-686/2، ادارہ طلوع اسلام لاہور،
۳۹۔ عبدالغفار حسن، مولانا، دین میں غلو، ص 25، رباط العلوم الاسلامیہ' عالمگیر روڈ کراچی، 1403ء
۴۰۔ مظہر الدین صدیقی، علمائے کرام کا مستقبل، ص 7-8، دفتر اقبال اکیڈمی لاہور، 1924ء
۴۱۔ ابو زہرہ، محمد شیخ، اسلامی مذاہب، ص 287' ملک برادرز کارخانہ بازار فیصل آباد' 1970ء
۴۲۔ صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، مترجم مولوی محمد احمد رمونی، ص 148
۴۳۔ جیرا جپوری، محمد اسلم، تاریخ الامت، 169/7
۴۴۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، انیس احمد، ڈاکٹر، مسلکی منافرت اور تشدد، ص ۴۷۔۴۸، ادارہ ترجمان القرآن، فروری 2002ء
۴۵۔ نظامی، مشتاق احمد' خون کے آنسو، ص 82
۴۶۔ احسان الٰہی ظہیر، علامہ، بریلویت تاریخ و عقاید' ص۲۶۳
۴۷۔ الفرقان ۲۵ : ۳۰
۴۸۔ محمد بن علوی' انسان کامل، ص 446
۴۹۔ خلافت راشدہ' 6 جولائی اگست 1993' جلد نمبر 4، اداریہ ماہ محرم اور امن و امان
۵۰۔ صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب النہی عن الصوم الدھر' الکتب الستۃ' ص864' ح 5063
۵۱۔ صحیح مسلم' کتاب الجمعہ' باب تخفیف الصلاۃ والخطبہ' رقم الحدیث ۲۰۴۳' حدیث مرفوع للنبی ﷺ

۵۲۔ اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں' ص 20

۵۳۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، الکتب الستہ، ص : ۱۵۳، ح ۱۹۴۲

۵۴۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من ظلل علیه واشتد الحر۔ الکتب الستہ، ص ۱۵۲، ۱۹۴۲

۵۵۔ اختلاف امت اور صراط مستقیم، 1/120 - 121

۵۶۔ التحقیق الحسن فی نفی الدعاء الاجتماعی بعد الفرائض والسنن، ص ۱۱۳

۵۷۔ تبذیر و اسراف، قرآنی تعلیمات سلسلہ نمبر ۸، تلخیص ص: ۱۔۹، انجمن اشاعت قرآن کریم،

۵۸۔ بنی اسرائیل ۱۷ : ۳

۵۹۔ الفرقان ۲۵:۲۷

۶۰۔ ندوی، سلمان سید، سیرت النبی، ۶/ ۶۹۸۔۷۰۱، دینی کتب خانہ لاہور'

۶۱۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، انیس احمد، ڈاکٹر مسلکی منافرت اور تشدد، ص ۵۲، ادارہ ترجمان القرآن' فروری 2002

۶۲۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من کفر اخاہ بغیر تاویل۔

۶۳۔ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہٗ وظہورِ الجہلِ والفتن فی آخر، رقم الحدیث ۴۸۲۸، حدیث شریف مرفوع للنبی ﷺ

۶۴۔ اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغہ میں، ص ۱۰۲

۶۵۔ آل عمران ۳:۷

السرعۃ، رقم الحدیث ۱۳۵۸، حدیث شریف مرفوع للنبی ﷺ

۶۶۔ مودودی، ابو الاعلیٰ سید، رسائل و مسائل، ۱/ ۱۹۹، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۰م

۶۷۔ پرویز، ابلیس و آدم، ص ۱۵۳، سلسلہ معارف القرآن، ادارہ طلوع اسلام کراچی،

۶۸۔ الاعراف ۷ :۲۸

۶۹۔ التوبہ ۹:۳۱

۷۰۔ الانعام ۶:۱۱۹

۷۱۔ النساء ۴:۱۷۱

۷۲۔ البقرہ ۲ : ۲۱۳

۷۳۔ الانعام ۶ : ۱۰۸

۷۴۔ صحیح بخاری، کتاب الادب' 397/3

۷۵۔ ابن ہشامؒ سیرت ابن ہشام، مترجم سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی، ص ۱۲۸، ادارہ اسلامیات، طباعت سوم 1994ء

۷۶۔ نجات اللہ صدیقی ، اسلام کا نظام محاصل، ص 272' مکتبہ چراغ راہ کراچیؒ ستمبر 1966ء

۷۷۔ طاہر محمود اشرفی، رواداری سیرت طیبہ کی روشنی میں' ص 32-33' عمر پبلیکیشنز لاہور، 2000ء

۷۸۔ مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنہ، ۸۵۸، ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری ج 165/35

۷۹۔ محمد ۴۷ : ۳۳

۸۰۔ النساء ۴ : ۲۵۴

۸۱۔ حمیداللہ، ڈاکٹرؒ سیاسی وثیقہ جات، ص ۲۳۸

۸۲۔ ایضاً، ص ۲۶۵

۸۳۔ صحیح بخاری، 963/2

۸۴۔ صحیح بخاری، کتاب الادب ، باب من کفر اخاہ بغیر تاویل۔

۸۵۔ الانعام ۶:۱۰۸

۸۶۔ صحیح مسلم ، کتاب الطہارت ، باب السواک الکتب الستہ ، ص، ۷۲۲، ح ۵۸۹

۸۷۔ ترجمان السنہ، ص ۵۳۰۔ ۵۳۱

۸۸۔ اصلاحی، صدر الدین ، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، ص ۱۳۸، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۶۷م

۸۹۔ اسلامی بیداری، ص 282-284

۹۰۔ سنن ابی ماجۃ، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بالعلم و العمل، الکتب الستۃ، ص 2493، ح 256

۹۱۔ اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب، ص 150۔ 151

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ الکتب الستۃ

۳۔ ابراہیم، محمد، تاریخ اہلحدیث، اسلامی پبلشنگ کمپنی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور 1953م

۴۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، مترجم حکیم محمد حسین، نفیس اکیڈمی کراچی، فروری1971م

۵۔ ابن کثیر، عماد الدین، البدایہ والنہایہ، نفیس اکیڈمی لاہور، طبع اول جنوری 1989م

۶۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسنی نظامی دہلوی، ادارہ اسلامیات، طباعت سوم 1994م

۷۔ ابن ماجۃ، عبدالرحمٰن محمد بن یزید، سنن ابن ماجۃ، محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل کراچی

۸۔ ابوالحسن علی ندوی، سید، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی

۹۔ ابوالحسن علی ندوی، سید، مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت میں کشمکش، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1981م

۱۰۔ ابو داوٗد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، مترجم علامہ وحید الزمان، محمد سعید اینڈ سنز، تاجران کتب، قرآن محل کراچی

۱۱۔ ابو زہرہ، اسلامی مذاہب، ملک برادرز کارخانہ بازار فیصل آباد، 1970م

۱۲۔ ابوعبدالوہاب، محمد عمر، مقیاس حنفیت، اچھرہ لاہور، رمضان 1374ھ

۱۳۔ احسان الٰہی، ظہیر، علامہ، بریلویت تاریخ وعقاید، مترجم عطا الرحمٰن ثاقب، ادارہ ترجمان السنہ

لاہور' جنوری 1990م

۱۴۔ احمد امین مصری' ڈاکٹر' فجر الاسلام' ادارہ طلوع اسلام، لاہور

۱۵۔ احمد بن حجر' شیخ' بدعات ادران کا شرعی پوسٹ مارٹم' مترجم مولانا رئیس الاحراروندی' الدار السّلفیہ' بمبئی 1985م

۱۶۔ احمد رضا خان بریلوی' مولانا' حدائق بخشش' جنتی کتب خانہ، فیصل آباد

۱۷۔ السیوطی' عبدالرحمٰن بن ابی بکر' الدرالمنثور' دارالمکتبۃ العلمیہ' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ 1990م

۱۸۔ اصلاحی' امین احسن' تدبر قرآن' دارالاشاعت الاسلامیہ، لاہور' 1971م

۱۹۔ اصلاحی' امین احسن' اسلامی ریاست میں فقہی اختلاف کا حل' فاران فاؤنڈیشن فیروز پور روڈ لاہور' جولائی 1991م

۲۰۔ محمد اکرام' شیخ' رود کوثر' ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

۲۱۔ امیر علی' سید' روح الاسلام' ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور' 1988م

۲۲۔ بخاری' محمد بن اسماعیل' الجامع الصحیح' مترجم علامہ وحید الزمان' محمد سعید اینڈ سنز' تاجران کتب قرآن محل، کراچی

۲۳۔ ترمذی' ابوعیسیٰ' جامع ترمذی' مترجم علامہ وحید الزمان' محمد سعید اینڈ سنز' تاجران کتب قرآن محل' لاہور

۲۴۔ جیراجپوری' محمد اسلم' تاریخ الامت' ادارہ طلوع اسلام کراچی' 1975م

۲۵۔ خالد انصاری' اجتہاد' علوی پریس، بھوپال

۲۶۔ رازی' معزالدین' تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ 1411ھ/1990م

۲۷۔ رشید رضا' محمد' تفسیر المنار' بیروت' الطبعۃ الثانی

۲۸۔ زمخشری' محمود بن عمر' تفسیر کشاف' دارالکتاب عربی' بیروت

۲۹۔ صبحی محمصانی' فلسفہ شریعت اسلام' مجلس ترقی ادب' کلب روڈ' لاہور' دسمبر 1951م

۳۰۔ اشرفی، محمد طاہر محمود، رواداری سیرت طیبہ کی روشنی میں' عمر پبلیکشنز اردو بازار، لاہور' 2000م

۳۱۔ طٰہٰ جابر فیض العلوانی، ڈاکٹر، اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب، مترجم ڈاکٹر ایم اختر، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 1987م

۳۲۔ عبدالغفار حسن، سید، دین میں غلو، رباط العلوم الاسلامیہ عالمگیر روڈ، کراچی، 1403ھ

۳۳۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، اسلامی اکادمی، پاکستان، اگست 1989م

۳۴۔ کاندھلوی، ادریس، معارف القرآن، دارالعلوم کراچی، شعبان 1389ھ

۳۵۔ محمد بن علوی، انسان کامل، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور، جنوری 1988م

۳۶۔ مسلم بن حجاج القشیری، امام، الجامع الصحیح، مترجم علامہ وحید الزمان، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور، 1981م

۳۷۔ مشتاق احمد نظامی، خون کے آنسو، مکتبہ جاوید، داتا گنج بخش روڈ، لاہور، 1973م

۳۸۔ مظہر الدین صدیقی، علمائے کرام کا مستقبل، دفتر اقبال اکیڈمی، لاہور، 1924م

۳۹۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید محرم 1414ھ/1993م

۴۰۔ نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظام محاصل، مکتبہ چراغ راہ، کراچی، ستمبر 1966م

۴۱۔ نجیب آبادی، اکبر شاہ خان، معیار العلماء، مسلم آباد شالامار ٹاؤن، لاہور، دسمبر 1935م

۴۲۔ ندوی، سلیمان، سیرت النبی، دینی کتب خانہ، لاہور۔

۴۳۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن اشعث، سنن نسائی، مترجم علامہ وحید الزمان، محمد سعید اینڈ سنز، تاجران کتب قرآن محل، کراچی

۴۴۔ ولی اللہ، شاہ، حجۃ اللہ البالغۃ، قومی کتب خانہ لاہور، دسمبر 1983م

۴۵۔ یوسف قرضاوی، ڈاکٹر، اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں، مترجم سلیمان ندوی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور۔

۴۶۔ یوسف عمری، محمد، امام ابن تیمیہ، اسلامی پبلشنگ ہاؤس، لاہور

۴۷۔ یوسف لدھیانوی، مولانا، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ مدینہ، لاہور

لغات

۱۔ افریقی، ابن منظور، لسان العرب، بیروت، 1956م/1375ھ

۲۔ الیاس انطون الیاس، القاموس العصری، الطبعۃ الثالثۃ عشرۃ، المطبعۃ المصریۃ القاہرۃ، 1925م

۳۔ الیسوعی، لوئیس معلوف، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، طبع اول 1960م

۴۔ الفرائد الدریۃ، عربی انگلیزی، بیروت، 1964م

۵۔ S. SPIRO, ARABIC-ENGLISH DICTIONARY, 1923.

اخبارات و رسائل

۱۔ روزنامہ جنگ لاہور، 19 مارچ 1995ء

۲۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، فروری 2002ء، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۳۔ ماہنامہ خلافت راشدہ، ربیع الثانی جمادی الاول 1414ھ

۴۔ ماہنامہ عالم اسلام اور عیسائیت، جولائی 1992ء، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد